مکاتب کا تعلیمی نظام

اور

جدید اصلاحات

جہانگیر عالم

ریسرچ اسکالر، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی

(جے آر ایف کوالیفائیڈ)

صراط پبلیکیشنز

www.siraatpublications.com

© جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مکاتب کا تعلیمی نظام
اور
جدید اصلاحات

مصنف: جہانگیر عالم (ریسرچ اسکالر، جامعہ ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی)

نظرثانی: خورشید انور

فارمیٹنگ: جہانگیر عالم

پہلا ایڈیشن: اپریل، ۲۰۲۵

ناشر: صراط پبلیکیشنز (بھوج پور، مرادآباد)

NOTICE:

کسی بھی فرد یا ادارے کو اس کتاب کی PDF بنا کر یا Scan کر کے کسی ویب سائٹ یا سوشل میڈیا پر اپلوڈ کرنے، عکس لینے یا طباعت کرانے کی اجازت نہیں، بصورتِ دیگر Copy Right کے قانون کے تحت کارروائی کی جائے گی۔

SIRAAT PUBLICATIONS

+919927187748 +919927187748

Siraat Publications Siraat Studio

www.siraatpublications.com

انتساب

والدِ محترم نظام الدین انصاری صاحب

اور

والدہ صاحبہ قریشہ خاتون

کے نام

جن کی کوششوں سے میں نے پڑھنا لکھنا سیکھا اور جن کی دعاؤں سے میں اس قابل ہوا

اظہار تشکر

تمام تعریفیں اس رب ذوالجلال کے لیے ہیں جس نے لفظ کن فیکون سے عالم کو وجود بخشا، اور احسان ہے اس کریم پروردگار کا جس نے قرآن جیسی عظیم کتاب کی ابتدا 'اقرأ' سے فرما کر انسان کو تعلیم کی اہمیت سے آگاہ کیا۔ بے شمار درود و سلام ہوں نبی خاتم المرسلین ﷺ اور ان کی آل پر اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر جنہوں نے آپ کی تعلیم اور آپ کی مشن کو آگے بڑھایا۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے مسلمانوں میں پیدا کیا اور اپنے محبوب نبی ﷺ کی امت میں پیدا کیا۔ اللہ پاک کا کرم ہے کہ مجھے طالبِ علمِ دین بنایا اور اچھے استادوں کی شاگردی عطا فرمائی جن کی نظرِ عنایت سے یہ کتاب آپ کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے مشفق والدین عطا کئے جنہوں نے مجھے تعلیم حاصل کرنے سے کبھی نہیں روکا ورنہ اس مادی دنیا میں جن والدین کی معاشی حالت خراب ہوتی ہے وہ اپنی اولادوں کو گھر کا بوجھ کم کرنے کے لیے کام پر لگا دیتے ہیں جس کے سبب ان کی تعلیمی خواہش ادھوری رہ جاتی ہے۔ زندگی میں اچھے والدین اور اچھے استاد اگر میسر ہوں تو انسان ہر کامیابی تک کمند ڈال سکتا ہے جو اس نے اپنے لیے انتخاب کی ہو۔ ناانصافی ہوگی اگر میں اپنے تمام بھائیوں کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے میرے تعلیمی سلسلہ کو جاری رکھنے کے لیے فیس سے لے کر ہر طریقہ سے میری مدد فرمائی جس کے سبب آج میں پی ایچ ڈی تک کا

سفر آسانی سے طے کر پایا۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ میرے والدین، بھائی اور میرے تمام اساتذہ کرام کو صحت وسلامتی عطا فرمائے اور ان کا سایہ مجھ پر دراز کرے۔ آمین۔

یہ کتاب جو آپ کے سامنے ہے ایک مقالہ ہے جو میں نے ماسٹر کے آخر سیمسٹر میں لکھا تھا۔ اس موضوع کا انتخاب میرا ذاتی تھا اس لیے کہ مکاتب کی تعلیم سے مجھے گہرا تعلق ہے اور ابتدائی تعلیم سے شغف بھی۔ اس مختصر کتاب میں آپ کو اسلام کی ابتدا سے لے کر اب تک تعلیمی سفر کا ایک خاکہ ملے گا، اس میں آپ کو دہلی کے منتخب مکاتب کا جائزہ بھی ملے گا جس سے موجودہ تعلیمی صورتِ حال کا پتہ چلے گا، اسی طرح سے آپ کو اس کتاب سے میری ابتدائی دینی تعلیم سے دلچسپی بھی ملے گی علاوہ ازیں اس میں آپ کو میرا ذاتی تجربہ تحریری شکل میں ملے گا۔ میں نے اپنے گریجوایشن کی تعلیم کے لیے ایک ٹیوشن سینٹر کھولا تھا جو چند مہینوں میں مکتب اور پھر آج وہ ایک مدرسہ کی شکل اختیار کر چکا ہے الحمد للہ جس میں اِس وقت کئی شعبے جاری ہیں مثلاً شعبۂ ناظرہ، شعبۂ حفظ، شعبۂ درس نظامی (اسلامی بہنوں کے لیے) شعبۂ تبلیغِ خواتین، اور شعبۂ آن لائن ویمن کلاس وغیرہ۔

اس کتاب کو میں نے چار ابواب میں تقسیم کیا ہے، پہلے باب میں اسلام کی ابتدا سے ۱۸۵۷ء تک بتدریج مکاتب و مدارس کے تعلیمی ارتقا کا مستند کتابوں کے حوالے سے ذکر ہے، دوسرا باب دہلی کے منتخب مکاتب کی موجودہ تعلیمی صورت حال کے جائزے پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں میں نے خود مکاتب میں جا جا کر سوال و جواب کے ذریعہ مواد اکٹھا کیا ہے پھر اس کے بعد مکاتب کی خوبیوں و خامیوں کا جائزہ پیش کیا ہے۔ تیسرا باب موجودہ مکاتب کی جدید اصلاحات پر مشتمل ہے اور یہی باب اس کتاب کا مقصود اور بہترین حصہ ہے اور اس کے بعد آخری باب ہے جو خلاصۂ کلام اور حوالا جات پر مشتمل ہے۔

میں ایک بار پھر رب کا شکر کرتے ہوئے تمام اساتذہ کرام، والدین، بھائی، جملہ دوست واحباب اور خیر خواہ حضرات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حتی الامکان میں نے اس میں غلطیوں کو درست کیا ہے اور اصلاح کے کئی مرحلوں سے گزارا ہے پھر بھی اگر اس کتاب کے مطالعہ کے درمیان کوئی لفظی یا معنوی غلطی نظر آئے تو برائے مہربانی مطلع فرمائیں اور مجھ خاکسار کو طالب علم سمجھ کر معاف فرمائیں۔ اللہ عزوجل ہم سب کو سیدھے راستے پر چلائے اور ہماری بے حساب مغفرت فرمائے آمین۔

جزاهم الله كلهم احسن الجزاء في الدارين

آمین بجاه النبی الکریم ﷺ

☆☆☆☆☆

جہانگیر عالم

جنوری ۲۰۲۵ء

حرفِ آغاز

اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان ہے کہ جس سے جو کام لینا چاہے وہ اس سے لے لیتا ہے۔اور یہ اسی کی شانِ کریمی ہے کہ مجھ جیسے ناچیز سے وہ خدمت لے لیا جس کے قابل میں تھا ہی نہیں ۔اس کتاب کو منظرِ عام پر لانے میں صرف میری کوشش شامل نہیں ہے بلکہ والدین ،اساتذۂ کرام سے لے قریبی دوستوں کی مدد بھی شامل رہی ہے ۔انہیں میں سے ان خاص حضرات کا مختصر طور ذکر کرتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جن کی کوششوں اور خلوص ومحبت سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہونچا۔

میں شکر گزار ہوں اپنے استادِ محترم (پی ایچ ڈی سُپر وائزر) ڈاکٹر محمد احمد نعیمی صاحب کا جنہوں نے اس کتاب کی اصلاح فرمائی اور ایک ایک حرف کو بغور پڑھا اور جہاں جہاں لفظی اور حرفی غلطی نظر آئی اس کو درست کرتے ہوئے ضرورتاً جملوں میں حذف و اضافہ بھی کیا اور میری اس ناقص کوشش کی حوصلہ افضائی بھی فرمائی ۔ یہ کام میرے لیئے نہایت ہی مشکل تھا مگر حضرت نے اس کو آسان کر دیا۔میں پھر سے ایک بار حضرت کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا گو ہوں کہ پروردگار ان کی عزت میں ،عمر اور علم میں خوب خوب برکتیں عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆☆☆

ساتھ ساتھ شکر گزار ہوں حافظ وقاری مجاہد رضا اور حافظ سہراب عالم کا جنہوں نے اس کتاب کو چھپوانے میں مالی امداد کی۔اور خوشی کا اظہار فرما کر میرا حوصلہ

بڑھایا۔دونوں احباب دین کے کاموں میں خلوصیت کے ساتھ شریک ہوتے ہیں ۔اللہ کریم ان کو دین کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی توفیق بخشے اور دین و دنیا میں ان کو بہتر جزا دے۔ساتھ ساتھ دو مرحومین کے حق میں بھی دعا گو ہوں خصوصاً مرحومہ شفیق النساء زوجہ خورشید خان (مقام سارم پور ،بکسر بہار) و مرحوم نسیم احمد ابن سعید احمد (مقام دیہاوا،نگرا، بلیا) کہ اللہ کریم ان کو کروٹ کروٹ جنّت نصیب کرے۔

☆☆☆☆☆

پیشِ لفظ

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

اسسٹنٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز

ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

اسلام کے ابتدائی وارتقائی دور سے لے کر عصرِ حاضر تک نونہالانِ مسلم کی تعلیم و تربیت میں اسلامی مکاتب کا اہم و تاریخی کردار رہا ہے۔اسلامی تاریخ کا کوئی دور ایسا نہیں ہے جس میں مکاتب کا قیام عمل میں نہ آیا ہو اور پھر مرورِ زمانہ کے ساتھ ان میں عصری تقاضوں کو ملحوظ نہ رکھا گیا ہو۔غالباً اس کے پس پردہ کلام اللہ اور احادیثِ رسول ﷺ کے مختلف فرامین کارفرما تھے۔مثلاً: قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین لا یعلمون انّما یتذکر اولوا الباب (سورۂ زمر، آیت ۹) (اے نبی ﷺ آپ فرمادیجیے کہ کیا اہل علم اور انپڑھ برابر ہوسکتے ہیں (ہر گز نہیں) بے شک نصیحت وہی حاصل کرتے ہیں جو عقل والے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ: ادّبوا اولادکم علیٰ ثلاث خصال: حُبِّ نبیّکم وحُبِّ اھلِ بیته وقرآۃِالقرآن۔(الجامع الصغیر ا:۲۵، حدیث ۳۱۱)

(رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنی اولادوں کو تین چیزں کی تعلیم دو۔اپنے نبی کی محبت اور اہلِ بیت نبی کی محبت اور قرآن کی تلاوت)

قال رسول اللہ ﷺ: اکرموا اولادکم واحسنوا اَدَبَھم۔(سنن ابن ماجہ ،حدیث ۳۶۷۱) (رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کی قدر کرو اور ان کو عمدہ ادب کی تعلیم دو۔) پیغمبرِ اسلام حضرت محمد ﷺ نے بچوں کی تعلیم و تربیت کے تعلق سے صرف

ہدایت و نصیحت ہی نہیں فرمائی بلکہ جس منظّم انداز اور عمدہ طریقے سے تعلیم کا بندوبست کیا اور لوگوں کو اس کی طرف راغب کیا، تاریخِ انسانی اس کی مثال پیش نہیں کرسکتی۔ مثلاً:

☆ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے قریب صُفّہ نامی چبوترے پر قیام کرنے والوں کے لیئے تعلیم و تربیت کا انتظام کیا۔ جہاں بہت سے لوگوں نے پڑھنا اور لکھنا سیکھا۔ ☆ جنگِ بدر کے تعلیم یافتہ قیدیوں کے لیئے انصار کے دس دس بچوں کو پڑھانا اور لکھانا فدیہ قرار دیا۔ ☆ حضرت سعد بن عاص اور عبادہ بن صامت جیسے مختلف صحابۂ کرام کو تعلیم و تدریس کے لیے مقرر کیا۔ ☆ جس شہر یا علاقے کو فتح کیا وہاں مخصوص صحابۂ کرام کے ذریعے ان کی تعلیم و تربیت کا بھی معقول انتظام کیا۔

عہدِ رسالت ﷺ کے بعد عہدِ خلافتِ راشدہ میں بھی نونہالانِ مسلم کی تربیت و تعلیم کا خاص بندوبست کیا گیا۔ جہاں مختلف اقسام کی ابتدائی تعلیم و تربیت دی جاتی تھی۔ مثلاً: مدینہ منورہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود، فلسطین میں حضرت معاذ بن جبل، دمشق میں حضرت ابودردا، شام میں عبدالرحمٰن بن قاسم اور مصر میں حبان بن ابی جبلہ جیسے عظیم صحابیوں نے تعلیم و تربیت کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔

خلافتِ راشدہ کی تعلیمی ترقی کا اندازہ اس بات سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے کہ صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مسجدوں کی تعداد چار ہزار سے تجاوز کر چکی تھی۔ جن میں وظیفے پر مؤذن و امام مقرر تھے جو دینی و تعلیمی خدمات انجام دیتے تھے۔ دھیرے دھیرے پھر باضابطہ طور پر یہاں مکتبوں سے بھی کام لیا جانے لگا۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں صرف کوفے میں تین سو حافظِ قرآن تھے۔ کوفہ مدینہ منورہ کے بعد تعلیم و تربیت کا سب سے اہم مرکز تھا۔ دیگر مراکز میں مکّہ، بصرہ

،دمشق اور فسطاط بطور خاص قابلِ ذکر ہیں ۔(علاؤالدین ہندی،کنز العمّال ،جلد۱،ص۲۸۰،حیدرآباد،۱۳۱۲ھ)

دورِ خلافتِ راشدہ کے بعد اُموی دورِ حکومت میں بھی مسلمانوں نے تعلیم کے میدان میں بہترین کارہائے نمایاں انجام دیئے۔اس دور میں تعلیم وتربیت کے لیئے مختلف صحابۂ کرام اور تابعین عظام کے اپنے اپنے حلقے تھے، جہاں مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی ۔اس دور میں مساجد تعلیم وتربیت کے خاص مراکز تھے۔ان کے علاوہ کچھ مکانوں کو بھی ابتدائی مکتبوں کی صورت میں استعمال کیا جاتا تھا۔یہاں بچے قرآن ،حدیث اور دیگر علوم کی تعلیم اخذ کرتے تھے۔

اگر ہم بات کریں عباسی دور کی تو اس کو تعلیم وتربیت کے فروغ کے لحاظ سے سنہرا دور کہا جاسکتا ہے۔کیوں کہ اس دور میں مسلمانوں نے جس منظّم ومؤثر انداز میں علم وفن اور تعلیم وتدریس کو اوجِ ثریّا تک پہونچایا اس کی مثال نہیں ملتی ۔اس دور میں بڑے مدارس وجامعات کے علاوہ مکاتب بھی بڑی تعداد میں موجود تھے۔اسی طرح اندلس (اسپین) کی مسلم حکومت نے بھی اس سلسلے میں تاریخ ساز خدمات انجام دیں۔عظیم مدارس وجامعات کے علاوہ صرف سسلی جیسے چھوٹے شہر میں تقریباً ۶۰۰/مکاتب تھے جس میں نونہالانِ اسلام کو ابتدائی تعلیم وتربیت دی جاتی تھی۔

مختصر یہ کہ دورِ رسالت ﷺ سے لے کر ایں دم تک کوئی دور ایسا نہیں رہا ہے کہ جس میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لیئے مکاتب کا قیام وانتظام نہ کیا گیا ہو اور وقت و حالات کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس کو بہتر سے بہتر بنانے کی جدجہد نہ کی گئی ہو۔

پیشِ نظر کتاب ’’مکاتب کا تعلیمی نظام اور جدید اصلاحات‘‘ نوجوان قلم کار عزیزم

''جہانگیر عالم سلمہٗ، ریسرچ اسکالر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی، کی پہلی تصنیف ہے، جس میں انہوں نے ماضی وحال کے مکاتب کا مختصر مگر تحقیقی جائزہ پیش کیا ہے اور مکاتب کے مستقبل کو کامیاب و تابناک بنانے کے لیئے بہترین تجاویز واصلاحات کالائحہ عمل پیش کیا ہے۔

عزیزم جہانگیر عالم سلّمہٗ کی ہمیں اس نقطۂ نظر سے اور حوصلہ افزائی کرنی چاہیئے کہ انہوں نے زمانۂ طالبِ علمی یعنی ایک طالب علم ہوتے ہوئے ایک انتہائی اہم وحساس اور بنیادی موضوع پر اہلِ علم و دانش کی توجہ مبذول کرنے کی سعئ جمیل کی ہے۔ کیوں کہ اس مسلّمہ حقیقت سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ مدارس و جامعات اور اسکولوں کی مذہبی وعصری اعلیٰ تعلیم سے صحیح معنی میں استفادہ کرنے کے لیئے مکاتب کے تعلیمی نظام کا بہتر و معیاری ہونا اشد ضروری ہے۔ آج بھی وطنِ عزیز ہندوستان اور دیگر بہت سے ممالک میں وہ قومیں انتہائی کامیاب وکامران نظر آتی ہیں کہ جنھوں نے ابتدائی تعلیم وتربیت کے میدان میں نمایا ں کردار ادا کیا ہے۔

قلّتِ وقت کے پیشِ نظر میں نے کہیں کہیں سے اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے۔ کتاب ھٰذا میں موصوف نے جن موضوعات کو اپنے قلم سے زینت بخشی ہے اور تحقیقی خاکہ پیش کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

☆علم قرآن و حدیث کی روشنی میں ☆علم خلافتِ راشدہ اور اسلامی حکومت کے ادوار میں ☆ ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں چلنے والے مکاتب و مدارس کا مختصر جائزہ ☆ برطانوی دورِ حکومت میں مدارس ومکاتب کے حالات ☆ دہلی کے منتخب مکاتب کی موجودہ تعلیمی صورتِ حال کا جائزہ ☆ دہلی کے مکاتب میں پائی جانے والی خوبیاں وخامیاں ☆

موجودہ مکاتب میں جدید اصلاحات وغیرہ۔

بفضلہٖ تعالیٰ مجھے امید نہیں بلکہ یقین ہے کہ اگر مکتب کے اساتذہ و ذمّہ داران اور اراکین اس کا بغور مطالعہ فرمائیں گے اور اس میں بیان کردہ تجاویز و اصلاحات پر عمل پیرا ہوں گے تو نہ صرف مکتب کا تعلیمی نظام بہتر ہوگا بلکہ بچوں کی تعلیم و تربیت کا معیار بھی بلند سے بلند تر ہوگا۔

دعا ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ بطفیلِ مصطفےٰ ﷺ اس کتاب کی افادیت کو عام سے عام تر فرمائے اور مصنّف کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین یا ربّ العالمین بجاہ سید المرسلین وعلیٰ اٰلہ و اصحابہ اجمعین۔

ڈاکٹر محمد احمد نعیمی

اسسٹنٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف اسلامک اسٹڈیز

ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی

۱۷/ اپریل ۲۰۲۵ء

☆☆☆☆☆

مضامین

باب اول مقدمہ

مقدمہ

علم کا رشتہ انسان کے ساتھ اس وقت سے ہے جب سے اس کی تخلیق ہوئی۔اسی طرح قرآن کی پہلی پانچ آیتوں میں ہمیں علم سیکھنے کی ترغیب اور قلم کی اہمیت سے باخبر کیا گیا ہے۔اور تعلیم و تعلم میں ان دونوں کا کردار بہت اہم ہے کہ علم سے ہم اپنے مقصود حقیقی تک پہونچتے ہیں اور قلم ہمارے ماضی کو حال سے جوڑتا ہے اور حال سے مستقبل کے لیے رہنمائی کرتا ہے۔آمد مصطفیٰ ﷺ کے بعد علم کو ایک منظّم شکل وصورت مل گئی۔اگر قرآن کے حوالے سے علم کی بات کی جائے تو ارشاد ہوتا ہے،''جو کچھ تم نہیں جانتے ہو علم والوں سے دریافت کرو''۔(انبیاء،آیت،۷)علم کے مشتقات قرآن میں تقریباً ۲۸۰۰ مرتبہ آئے ہیں ۔اور خود علم کا ذکر ۷۵۰ بار الگ سے بھی آیا ہے۔(فہیم اختر،۲۰۱۵،اسلامیات،ص،۱۱)

اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ قرآن اور خود خالق قرآن کے نزدیک علم کی کیا اہمیت ہے۔اسی طرح سے احادیث رسول ﷺ میں علم کا ذکر بے شمار جگہوں پر کیا گیا ہے،ایک مشہور حدیث ہے ،'' علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے''۔(علی ندوی.۲۰۱۱ص:۳۰)

اسلام میں علم کا آغاز ایک معلم اور ایک متعلم کے ذریعہ ہوتا ہے یعنی پڑھنے والا اور پڑھانے والا پڑھانے والا رب اور پڑھنے والی محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات ہے۔اس طرح اسلام کے پہلے مکتب کا وجود غار حرا سے ہوا۔اور اس کے بعد مکی زندگی میں دار ارقم کو اسلام کے پہلے مدرسہ ہونے کا شرف حاصل ہوا،اور مدنی زندگی میں اصحاب صفہ کے چبوترہ کو۔آپ کی

حیات طیبہ میں مختلف جگہوں پر با قاعدہ ۹ مدرسوں کا قیام ہو چکا تھا۔(مظہری ۲۰۱۴ص:۳۳۰) اس طرح ۲۳ سال کی مختصر مدت میں عربوں میں ایسا انقلاب آیا کہ شرح خواندگی زیرو سے اسّی فی صد تک پہونچ گئی۔آپ کی مسلسل جد جہد کے نتیجے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہوئی کہ انہوں نے اسلامی علوم کے مختلف شعبہ جات میں درجہ اختصاص حاصل کرلیا۔(نواز ۲۰۰۱ص:۹)

آپ نے علم کے فروغ میں ترغیب اور ترہیب سے کام لیا، غیر رسمی اور رسمی تعلیم کا انتظام فرمایا، مستقل کورس اور غیر مستقل کورس کا اہتمام فرمایا۔صحابۂ کرام میں جو جس فن میں ماہر نظر آتا آپ اس کو اس شعبۂ علم کی ذمہ داری سونپ دیتے اور اس طرح الگ الگ شعبوں کا قیام عمل میں آیا جیسے فن قرات، علوم قرآن، علوم حدیث، خط و کتابت، علوم فقہ، فنِ سپہ گری، تیراندازی، تلوار بازی اور کھیل کود (جسمانی ورزش) وغیرہ۔

آپ ﷺ نے تعلیم کے فروغ میں کسی بھی جماعت کو نظر انداز نہیں کیا یعنی آپ نے مردوں، عورتوں، بوڑھوں، نوجوانوں یہاں تک کی بچوں کے لیے بھی علم سیکھنے اور سیکھانے کی ترغیب دی اور اہتمام فرمایا۔معلم انسانیت ﷺ کا قائم کردہ نصابِ تعلیم اور طریقہ تعلیم اسلامی دنیا میں کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ آج بھی رائج ہے یعنی مکتب، مسجد اور مدرسہ وغیرہ کی تعلیم۔جہاں تک مکتب کی تعلیم ہے تو یہ ابتدائی دینی علوم پر مشتمل ہوتی ہے، اور یہ خالص قرآن خوانی، بنیادی عقائد، علوم فرائض و واجبات، خط و کتابت اور مخارج کی درستگی پر مشتمل ہے، تاکہ بچوں کو بچپن ہی سے مذہبی علوم سے شناسائی ہو جائے۔بقول حضرت حسن رضی اللہ عنہ ''بچپن میں علم کی تحصیل پتھر کی لکیر کے مانند ہوتی ہے''۔(علی ندوی ۲۰۱۱ص:۸۱)

اس بات سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ بچپن میں دی جانے والی تعلیم کتنی اہمیت کی حامل ہے۔ زمانے کے ساتھ ساتھ مکاتب کی تعلیم وتعلم عروج وزوال کا شکار ہوتی رہی ہے، لہذا موجودہ مکتب میں تعلیم وتدریس کی کیا صورت حال ہے اور کیسی ہونی چاہیے اسی کا جائزہ لینے کے لیے اور ان کی خامیوں کو دور کرنے اور اچھائیوں کو عام کرنے کے لیے اس موضوع (مکاتب کا تعلیمی نظام اور جدید اصلاحات) کا انتخاب کیا گیا ہے۔ رب علیم سے دعا ہے کہ ہمیں علم نافع حاصل کرنے اور درست نتائج تک پہونچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆☆☆

علم قرآن وحدیث کی روشنی میں

قرآن کی روشنی میں علم کی بات کی جائے تو تمہید میں اجمالی طور پر ذکر کیا گیا کہ قرآن میں ۷۵۰ مرتبہ علم کا ذکر کیا گیا ہے۔ علم سیکھنے والوں کے مرتبہ کو فوقیت واہمیت دی گئی ہے یہاں تک ناخواندہ افراد کے لیئے وعیدیں بھی بیان کی گئیں ہیں۔ مختصر طور پر کچھ آیتوں کا ذکر کیا جارہا ہے جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) **اقرا باسم ربک الذی خلق** (العلق،۱) ترجمہ: ''اے محبوب پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا''۔ غارے حرا میں نبی آخر الزماں ﷺ پر جو سب سے پہلی آیت نازل ہوئی وہ پڑھنے سے متعلق نازل ہوئی۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں پر ان کے رب کی طرف سے نازل ہونے والا پہلا عملی حکم علم کا سیکھنا ہے۔

(۲) **یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت** (المجادلۃ،۱۱) ترجمہ: تم میں سے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔

مذکورہ بالا پہلی آیت میں پڑھنے کا حکم صادر ہوا اور دوسری آیت میں علم سیکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی گئی ہے، اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ طالب علموں میں شوقِ علم بڑھانے کے لیے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

(۳) **شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملئکۃ واولو العلم قائماً با لقسط** (اٰل عمران،۱۸) ترجمہ: اللہ نے گواہی دی کہ اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی انصاف سے قائم ہو کر۔

اس آیت کریمہ سے امام غزالیؒ نے ایک نکتہ بیان فرمایا ہے کہ خالق قرآن نے پہلے اپنا نام لیا پھر فرشتوں کا اور پھر اس کے بعد علم والوں کا ذکر فرما کر ان کی شان میں اضافہ کر دیا، اور دوسری بات یہ کہ گواہی دینے کے لیے یا گواہی کے قابل بننے کے لیے علم کا ہونا ضروری ہے۔

(۴) **ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون** (الزمر،۹) ترجمہ: تم فرماؤ کیا برابر ہیں جاننے والے اور نہ جاننے والے۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اہل علم اور لاعلم کے درمیان فرق کو واضح کر دیا کہ یہ دونوں آپس میں کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ علم کی ضد جہالت ہے۔ اسی طرح صحیح علم قرب خدا کا ذریعہ ہے تو جہالت اور لاعلمی خدا کی ناراضگی کا سبب ہے۔

(۵) **فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون** (النحل،۴۳) ترجمہ: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ لاعلمی اور جہالت کو دل و دماغ میں چھپا کے نہ رکھو بلکہ تم علم والوں سے سوال کرو تا کہ علم کی روشنی سے جہالت کی تاریکی دور ہو جائے۔

(۶) **وتلک الامثالُ نضربھا للناس وما یعقلھا الا العالمون** (العنکبوت،۴۳) ترجمہ: اور یہ مثالیں ہم لوگوں کے لیے بیان فرماتے ہیں اور انہیں نہیں سمجھتے مگر علم والے۔ اس آیت کریمہ میں علم والوں کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی گئی ہے اور مزید یہ بھی کہ پیچیدگی، گہرائی اور علم وحکمت کی باتوں کی سمجھ بوجھ علم والوں ہی کے بس کی بات ہے۔

(۷) **بل ھو اٰیٰت بینٰت فی صدور الذین اوتو العلم وما یجحد باٰیا تنا الا**

الظالمون (العنکبوت،۴۹) ترجمہ: بلکہ وہ روشن آیتیں ہیں ان کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا اور ہماری آیتوں کا انکار نہیں کرتے مگر ظالم ۔اس آیت کریمہ میں اہل علم کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور یہ بھی کہ جو صحیح علم یافتہ ہوگا وہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کسی بھی اور کیسے بھی حکم کا منکر نہیں ہوسکتا۔

(۸) **انّما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** (الفاطر،۲۸) ترجمہ: اللہ سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔یعنی جتنا علم اتنا رب کی پہچان اور جتنی پہچان اُتنا ہی خوف خدا۔ بخاری و مسلم شریف کی روایت ہے کہ سید عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ عز وجل کی قسم میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ جاننے والا ہوں اور سب سے زیادہ اس کا خوف رکھنے والا ہوں۔اس آیت سے امام غزالی نے نکتہ بیان فرمایا کہ جو رب سے خوف کھائے وہ بہترین مخلوق ہے اور علماء سب سے زیادہ خوف خدا والے ہوتے ہیں ۔(علی ندوی.۲۰۱۱ص:۱۴)

علم حدیث کی روشنی میں

احادیث مبارکہ کے مطابق آپ ﷺ نے علم کے حصول واہمیت اور اس کی نشرواشاعت کے لیے بہت سی احادیث بیان فرمائیں انہیں میں سے کچھ درجِ ذیل ہے۔

(۱) **اطلبوا العلم من المھد الی الحد** (مشکوٰۃ المصابیح) ترجمہ: بچپن سے موت تک علم حاصل کرو۔(نواز.۲۰۰۱ص:۱۴) اکثر ہم سمجھتے ہیں کہ علم سیکھنے کے لیے عمر کی پابندیاں ہوتی ہیں مگر اس حدیث سے بات واضح ہوگئی کہ عمر علم کے لیے رکاوٹ نہیں ہے ،ہاں حصول روزگار کے لیے علم میں عمر کی قید ہے۔

(۲) **طلب العلم فریضۃ علیٰ کل مسلم** (ابن ماجہ) ترجمہ: علم حاصل کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۱۳)

(۳) **مابال اقوام لا یفقھون جیرانھم ویعلمونھم ولا یفطنونھم ولا یامرونھم ولا نھونھم** (مجمع الزوائد جلد اول) ترجمہ: لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو نہ فقہ کی تعلیم دیتے ہیں، نہ علم سکھاتے ہیں، نہ وعظ کہتے ہیں، نہ نیکی کا حکم کرتے ہیں اور نہ برائی سے منع کرتے ہیں۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۱۵)

(۴) **افضلکم من تعلم القرآن وعلمہ** (ترمزی شریف) ترجمہ: تم میں سب سے زیادہ صاحب فضیلت وہ ہے جو خود قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔

(۵) **اکرمو اولادکم فاحسنوا ادبھم** (ابن ماجہ) ترجمہ: اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں بہترین آداب سکھاؤ۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۲۲)

(۶) **مانحن والدولدہ افضل من ادب حسن** (تربیت الاولاد فی الاسلام) ترجمہ: کہ والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۲۳

(۷) **کفیٰ با لمرء اثماً ان یضیع من یقوت** (سنن ابی داؤد) ترجمہ: کسی آدمی کے لیے یہ گناہ کافی ہے کہ وہ اپنی زیر تربیت اولاد کو ضائع کردے یعنی علم وادب کی تعلیم نہ دے۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۲۳)

(۸) **تنا صحوا فی العلم ولا یکتم بعضکم بعضاً فان الخیانۃ فی العلم اشد من خیانۃ المال** (کتاب العلم) ترجمہ: علم کے معاملے میں ایک دوسرے کو نصیحت کرو اور کوئی شخص ایک دوسرے سے علم نہ چھپائے کیونکہ علم کی خیانت مال کی خیانت سے زیادہ سخت ہے۔ (نواز ۲۰۰۱ص:۱۹)

(۹) آپ ﷺ نے مسلمانوں کو لکھنا سکھانے کے لیے جنگ بدر کے قیدیوں پر فدیہ مقرر کیا اوران میں جو فدیہ ادا کرنے سے معذور تھے ان کا فدیہ دس مسلمان کے بچوں کو لکھنا سکھانا مقرر کر دیا۔(نواز.۲۰۰۱ص:۲۶)

مذکورہ بالا احادیث سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے تعلیم اور علم و ادب کے لیے کتنی خاص توجہ فرمائی ہے کہیں آپ نے علم کی فرضیت پر ارشاد فرمایا تو کہیں اولاد تربیت کے بارے میں آگاہ فرمایا۔ کہیں سیکھنے سکھانے والوں کی فضیلت بیان فرمائی تو کہیں علم نہ سیکھنے سکھانے والوں سے متعلق وعیدیں بیان فرمائیں۔

علم خلافت راشدہ اور اسلامی حکومت کے ادوار می

علم خلافت راشدہ کے دور میں: معلم کائنات ﷺ کی حیات طیبہ کے بعد با لترتیب خلافت راشدہ کے کاندھوں پر ساری ذمہ داری آن پڑی ان ذمہ داریوں میں تعلیم بھی تھی۔ خلافت راشدہ کے زمانے میں نئے نئے علاقوں کو فتح کیا جاتا تو عمال کے ساتھ ساتھ معلمین بھی علوم کے فروغ کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ جیسے بصرہ کے لیے عمران بن حصین، حمص کے لیے عبادہ بن صامت، فلسطین کے لیے معاذ بن جبل اور دمشق کے لیے حضرت ابودرداء (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کو بھیجا گیا۔ یہ حضرات اپنی منتخب جگہوں پر مکاتب قائم کر کے علوم وفنون کے فروغ میں لگ گئے۔ حضرت ابودرداءؓ کے بارے میں ذکر آتا ہے کہ ان کی درس گاہ میں طلبہ اس کثرت سے شریک ہوتے تھے کہ گویا کسی بادشاہ کی زیارت کے لیے آئے ہوں۔(مظہری.۲۰۱۴ص:۳۴)

اسی طرح مسجد نبوی میں حضرت جابر بن عبد اللہ اور کوفہ میں حذیفہ بن اسحاق

مستقل مدرس مقرر تھے۔ خلافت راشدہ میں تعلیم کے لیے مساجد درسگاہ کے طور پر استعمال کی جاتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے دور خلافت میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ زور دیا۔ (مظہری،۲۰۱۴،ص:۳۴) بچوں کی تعلیم کا بندوبست مسجد میں ہوتا یا دوسری صورت میں گھر پر ہی تعلیم دی جاتی تھی۔ اصاغر صحابہ کرام اکابر صحابہ کرام سے تعلیم سیکھا کرتے تھے۔

اس دور کے تعلیمی نصاب میں مرکزی مقام قرآن، حدیث اور فقہ کو حاصل رہی، اور بعض روایتوں میں ذکر ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے فوجیوں کے لیے قرآن کا خصوصی علم اور بچوں کے لیے شعر و ادب کی تعلیم دلانے کی نصیحت کی تھی۔ آپ کے بعد آپ کے طرز پر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جاری رکھا۔ حضرت علی نے علم کی تحریک میں نیا انداز اپنایا۔ اسی دور میں علم نحو کی ابتدائی خدوخال تشکیل ہوئی۔ (مظہری،۲۰۱۴،ص:۳۵)

خلافت راشدہ کے دور میں اصاغر و اکار صحابہ کرام موجود تھے وہ مختلف علوم وفنون میں مہارت تامہ رکھتے تھے اور اسی اعتبار سے تعلیم کو فروغ دیتے جیسے کوئی تفسیر کا ماہر تھا تو علم تفسیر، کوئی فقہ میں مہارت رکھتا تو علم فقہ کا درس دیتا، کسی کو قرآت سے شغف ہوتا تو اس کی تعلیم دیتے۔ صحابہ کرام نے تابعین کو علم سکھایا، تابعین نے تبع تابعین کو اور تبع تابعین نے بعد والوں کو سکھایا، اور اس طرح علم خلافت راشدہ سے منتقل ہو کر اسلامی دور حکومت میں داخل ہو گیا۔

علم مسلم حکومت کے ادوار میں

مسلم دور حکومت حضرت امیر معاویہؓ سے شروع ہوا اسی لیے ان کی قائم کردہ حکومت کو اموی حکومت کہتے ہیں (۶۶۰ء۔۷۵۰ء)۔ ان کے دور میں زبانی علم کو تحریری علم کی طرف منتقل کیا گیا اب تعلیم کے لیے صرف سماعت کر لینا کافی نہیں رہا بلکہ ساتھ ساتھ اس کو نقل کرنا بھی

ضروری قرار پایا۔عہد اموی میں حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا زمانہ قابل فخر ہے کیوں کہ آپ نے با قاعدہ علوم حدیث پر زور دیا۔آپ نے صوبوں کے والیوں کو فرمان بھیجا کہ ''احادیث نبویہ کی تلاش کر کے انہیں لکھ لو، کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونیکا خوف ہے ''۔(علی ندوی.۲۰۱۱ص:۴۱،۴۲) نیز آپ نے تعلیم حاصل کرنے والوں کے لیئے کو وضیفہ جاری فرمایا تا کہ تعلیم حاصل کرنے میں لوگز یادہ سے زیادہ دلچسپی دکھائیں ۔اسی دور میں مکاتب کا قیامِ عمل میں آیا ،اسی طرح کے کسی مکتب کا استاد حجاج بن یوسف ثقفی تھا ۔(مظہری.۲۰۱۴ص:۳٦)اس کا ایک کارنامہ مشہور ہے کی اس نے قرآن میں عجمیوں کی آسانی کے لیے اعراب لگوایا تھا۔اموی حکومت خصوصاً عمر بن عبدالعزیزؒ کی علمی سرگرمی عباسی حکومت (۷۵۰ء۔۱۲۵۸ء) میں منتقل ہوئی ۔عباسیوں کے دور میں علوم وفنون کی ایسی سرپرستی کی گئی کہ ان کی علمی خدمات کی وجہ سے اس دور کو'سنہرہ دور' سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس دور میں نقلی علوم (قرآن ،حدیث) کے علاوہ عقلی علوم کی طرف بھی توجہ دی گئی مثلاً علم فلسفہ،علم منطق،علم فلکیات،علم نباتات،علم تفسیر،علم تصوف،علم تاریخ،علم ریاضی،علم جغرافیہ، علم طب علم اصول حدیث وغیرہ۔

علم سیکھنے کے لیے جگہیں بھی مخصوص کی جانے لگیں یعنی مسجدوں سے مکاتب ،مدارس اور بڑے بڑے جامعات کو قائم کیے گیئے طلباء کے لیے رہائشی مکانات تعمیر کیے گیے جس کی وجہ سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے دور دراز کے اسفار ہونے لگے۔پڑھانے والوں کی عزت واحترام میں اضافہ ہوا ان کے لیئے بڑی بڑی جاگیریں مختص کی گیئں اوران کے لیے وضیفے مقرر کیے گئے ۔عہد عباسی کا بیت الحکمت اور مدرسہ مستنصریہ قابل ذکر ہیں ۔(مظہری.۲۰۱۴ص:۳۸) بیت الحکمت میں تمام مفتوحہ مما لک سے کتابیں منگا کر یا خرید کر

لائیں جاتیں اور ان کے تراجمہ کیے جاتے جس میں یونان سے فلسفہ کی اور ہندوستان سے ریاضی وطب وغیرہ کی کتابیں بھی شامل تھیں، اس کے علاوہ بڑے بڑے مترجمین اور علماء کو بلا کر بڑی بڑی رقمیں دیکراں سے تراجم وغیرہ کا کام لیا جاتا۔ اس دور میں الگ الگ شہروں کو علوم وفنون کے مرکز کے طور پر شہرت حاصل رہی، بقول ابن خلدون پیشوں کا تعلق شہروں سے ہوتا ہے اور علم بھی ایک پیشہ ہے لہٰذا جب جو شہر ترقی کرتا ہے تو وہ شہر علوم وفنون کا مرکز بن جاتا ہے جیسے کہ عہد نبوی ﷺ میں مدینہ علم کا مرکز تھا، پھر کوفہ بصرہ اور بغداد مشرقی عرب کے مراکز اور مغرب میں قیروان اور قرطبہ علم کے مرکز بنے۔ (علی ندوی.۲۰۱۱ص:۴۶)

اندلس کی اسلامی حکومت (۷۱۱ء۔۱۴۹۲ء) میں بے شمار مکاتب و مدارس اور جامعات کا قیام عمل میں آیا جن میں جامعہ قرطبہ کو بہت زیادہ شہرت حاصل ہوئی، اس میں تحصیل علم لیے شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ سے طالب علم آتے تھے۔ مشرق کے اسلامی طلبہ بھی علم حاصل کرنے آتے تھے کیوں کہ اندلس کے مدارس تمام دنیا میں دینی اور عصری علوم کے لیے شہرت رکھتے تھے۔ (مظہر صدیقی.۲۰۲۰.حصہ چہارم.ص:۱۱۴) یہاں کی ڈگری کو روزگار کے لیے اول درجہ کی اہمیت دی جاتی تھی۔ وہاں مدرسہ کے پھاٹکوں پر یہ عبارت لکھی ہوتی تھی: ''دنیا صرف چار چیزوں پر قائم ہے اہل دانش کا علم، عظیم لوگوں کا عدل راست بازوں کی دعائیں اور بہادروں کی شجاعت۔'' (حتی.۲۰۲۲ص:۴۴۸) مسلم بچوں کے علاوہ یہودی اور عیسائی بھی علم کے لیے آتے۔ جو بڑے بڑے دار العلوم ہوتے اس میں بلا مذہبی تفریق ہر کوئی علم حاصل کرنے کا اہل رکھتا تھا۔ فاطمی شیعی حکومت (۹۹۰ء۔۱۱۷۱ء) میں علوم وفنون کی سرپرستی ہوئی جس کا ثبوت ہمیں جامعہ ازہر کی صورت میں آج بھی نظر آتا ہے۔

سلجوقی دور حکومت (۱۰۳۷ء۔۱۱۵۷ء) میں نظامیہ مدرسہ کا سلسلہ شروع ہوا جس میں سے بغداد کا جامعہ نظامیہ مقبول عام ہوا اس کے روح رواں سلجوقی وزیر نظام الملک طوسی تھے اسی نظامیہ میں شیخ عبدالقادرؒ (م، ۱۱۶۶ء) نے تعلیم پائی اسی میں امام غزالیؒ (م ،۱۱۱۱ء) نے اپنی علمی درسگاہ لگائی۔ (مظہری.۲۰۱۴.ص:۳۶) نظام الملک تعلیم پر خوب پیسے کو خرچ کرتا تھا اس سے ایک بار پوچھا گیا کہ آپ تعلیم کے علاوہ فوج پر پیسے خرچ کرتے تو دنیا فتح کی جا سکتی ہے۔تو اس کا جواب تھا کہ جو میں فوج تیار کر رہا ہوں ان کی دعاؤں کا تیر آسمان کے پار جائے گا۔سلجوق دور میں فارسی زبان کو خوب ترقی ہوئی اسی دور میں شیخ علی ہجویریؒ نے فارسی زبان میں تصوف کی پہلی کتاب کشف المحجوب لکھی۔ (صولت.۲۰۱۱.جلد اول.ص:۲۷۴)

اپنے زمانے کا عظیم اسلامی حکومت جس کا دائرہ تین براعظم یورپ، ایشیا اور افریقہ پر پھیلا ہوا تھا یعنی سلطنت عثمانیہ (۱۲۸۱ء۔۱۹۲۲ء) ان کے دور میں بھی علوم وفنون کو خوب فروغ دیا گیا۔مساجد،مقبرہ،خانقاہ، پل،حمام خانہ،شفاخانہ،سڑک کے علاوہ مکتب، مدرسہ، دارالعلوم اور جامعات وغیرہ کا قیام کثرت سے عمل میں آیا۔جیسے جیسے علاقہ فتح ہوتا اسی تیز رفتاری سے مدارس و مکاتب کھولے جاتے اور تعلیمی سلسلہ جاری ہو جاتا جیسا کہ سلطان آورخان کا مدرسہ ازنک۔اسی طرح اس نے نائیسا میں ایک عظیم مسجد اور اس کے ٹھیک بغل میں ایک عالی شان مدرسہ قائم کیا جو عثمانی سلطنت کا پہلا مدرسہ تھا ۔(سجاد.۱۹۹۱.جلد سوم.ص:۱۰۱،۴۰)اس مدرسہ سے اپنے وقت کے بڑے بڑے علم وفن کے امام نکلے،سلطان سلیم نے ادرنہ میں بڑا مدرسہ قائم کیا تھا اور اسی طرح قسطنطنیہ کا دار العلوم سلیمانی خاص شہرت کا حامل ہے۔ان مدارس میں دور دراز سے علم کے پیاسے آتے

اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔

مذکورہ بالا حکومتوں کے علاوہ اور بھی چھوٹی بڑی حکومتیں قائم ہوئیں اور ان حکومتوں نے بھی علوم وفنون کو خوب رواج دیا، جن میں صفوی حکومت، ایوبی حکومت، بحری مملوک، برجی مملوک، المرابطون، المواحدون وغیرہ ان تمام اسلامی حکومتوں کے سلاطین، امراء اور وزراء نے علم دین کی اشاعت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور دل کھول کر پیسے خرچ کیے جس کے نتیجے میں بڑے بڑے تعلیمی مراکز، مساجد، مکاتب، مدارس، دار العلوم اور جامعات وغیرہ وجود میں آئے، ان اداروں کے علاوہ تعلیمی درس گاہ کے لیے ذاتی مکان، خانقاہ، چبوترہ، کھلا میدان اور باغ کو بھی استعمال میں لایا جاتا رہا۔

جامعہ سے پہلے دار العلوم، دار العلوم سے پہلے مدرسہ، اور مدرسہ سے پہلے مکتب کی تعلیم عموماً پورے اسلامی دنیا میں اور خصوصاً ہندوستان میں یہی طریقہ رائج ہے۔ ہمارا موضوع چونکہ مکاتب ہی کی تعلیم ہے اس لیے ہمارا سارا زور اس پر ہوگا کہ ہندستان میں موجودہ مکتبوں کی کیا صورت حال ہے، ان کی تعلیم کیا ہے کیسی ہے، ان مکاتب کا نصاب کیا ہے، معلمین کی تعلیمی لیاقت کیسی ہے، معاشرہ کو بچوں کو اور معلمین کو مکتبوں سے کس قدر دلچسپی ہے، مکتبوں می اندراج واخراج کی شرح، ان میں آنے والے مداوران کے اخراجات کیا ہیں نیز یہ کہ مکتب کی تعلیم کے کتنے طریقے رائج ہیں جیسے ہوم ٹیوشن، ذاتی مکتب، اور رواجی مکتب جو عموماً مساجد میں چلتے ہیں نیز ان کی غیر نصابی سرگرمی کیا ہے۔

ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں چلنے والے مکاتب و مدارس کا ایک جائزہ:

اسلام کے فاتحین جب ہندوستان کی طرف رخ کیے تو ان کے لشکر کے پیچھے علماء و دانشوروں کا ایک جم غفیر تھا اور جب یہاں کی زمینوں کو فتح کیا تو علوم وفنون کی محفلیں بھی سج

گئیں یعنی یہاں پر بھی مکاتب و مدارس کا قیام عمل میں آیا اور کچھ ہی عرصہ میں یہاں کی زمین علوم وفنون میں آسمان کے بلندی تک پہونچ گئی۔اس ملک کی تاریخ اس حوالے سے بھی روشن ہے کہ سلاطین اسلام نے اس ملک میں علم کی خوب سرپرستی فرمائی ہے۔یہاں اسلامی دورحکومت کے کچھ خاص بڑے شہروں کے خاص مکتبوں و مدرسوں کا ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

اجمیر: شہاب الدین محمد غوری (م،۱۲۰۶ء) نے اجمیر کو فتح کیا اور بقول صاحب تاج الما ثر غوری نے اجمیر میں متعدد مکاتب و مدارس کا قائم کیا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۱۷،۱۸)

دہلی: قطب الدین ایبک (وقت حکومت ۱۲۰۶ء۔۱۲۱۰ء) نے دہلی کو دارالسلطنت بنایا مگر اس شہر میں مدرسوں کی تعمیر التمش کے دورحکومت (۱۲۱۱ء۔۱۲۳۶ء) میں شروع ہوئی اس کی مثال مدرسہ معزی ہے، مدرسہ ناصریہ جو اس کے بیٹے محمود بن التمش کے نام پر قائم تھا۔ مدرسہ قوۃ الاسلام، دہلی میں ایک اور مدرسہ حوض خاص مشہور زمانہ رہا۔ان کے علاوہ فیروز شاہ (۱۳۵۱ء۔۱۳۸۸ء) نے فیروز ہ آباد میں مدرسہ فیروز شاہی قائم کیا تھا۔ (ندوی.۱۹۷۹ص:۵۴)

پنجاب: تھانیسر علاقہ پنجاب میں دارہ شکوہ نے مدرسہ شیخ چلی کے نام سے بنایا تھا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۲۷)

آگرہ: آج یہ شہر بھلے ہی تاج محل کی وجہ سے مشہور ہے مگر ایک وقت ایسا تھا کہ یہ علوم وفنون کا مرکز بھی تھا اور یہاں شیراز سے علماء تعلیم دینے کے لیے بلائے جاتے تھے آج بھی وہاں ایک محلّہ کا نام مدرسہ محلّہ ہے۔اس کے علاوہ جہاں آرا بیگم کا قائم کیا ہوا مدرسہ اور علاء الدین لاری کا مدرسہ خس بہت مشہور تھا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۳۰)

فتح پور سکری: اکبر (۱۵۵۶ء۔۱۶۰۵ء) اگر چہ جاہل تھا جیسا کہ مشہور ہے، مگر اس نے اپنے دور حکومت میں علم کی سر پرستی بھی کی ہے اور مدرسوں مکتبوں کو قائم کیا تھا اسی میں سے فتح پور پہاڑی کے اوپر ایک مدرسہ قائم کیا تھا۔ (ندوی.۱۹۷۹ص:۳۱)

بدایوں: اس شہر میں التمش نے اپنے دور امارت میں جامع مسجد کے بغل میں مدرسہ معزی کی بنیاد رکھی۔ واضح رہے کہ اوپر ذکر ہوا مدرسہ دہلی کی جب حکومت سنبھالی تو اسی نام سے اس کا بھی نام رکھا لہٰذا دونوں مدرسے الگ الگ ہیں۔

رامپور: نواب فیض اللہ خان کے زمانے میں ایک مدرسہ عالیہ کا تذکرہ ملتا ہے جو اب تک قائم ہے۔ (ندوی.۱۹۷۹ص:۳۳)

لکھنو: اس شہر کو کون بھول سکتا ہے خاص کر اسلامی علوم کے حوالے سے کیوں کہ یہ شہر ملا نظام الدین (بانی درس نظامی) کا ہے جنہوں نے فرنگی محل کو ہندوستان کا دار العلوم بنایا اور آج تک ان کا بنایا ہوا نصاب 'درس نظامی' مدرسوں میں رائج ہے۔
(ندوی.۱۹۷۹ص:۳۷)

الٰہ باد: دائرہ شاہ افضل جو آج تک قائم ودائم ہے اپنے ابتدائی زمانے میں مدتوں تک بڑے بڑے وقت کے علماء فارغ التحصیل ہوتے۔ ((ندوی.۱۹۷۹ص:۳۹)

جون پور: اسلامی دور حکومت میں شیراز ہند کا خطاب جس کو ملا وہ جون پور کا شہر ہے۔ بڑے بڑے علماء اور سلاطین اسلام کا مقدر یہیں سے چمکا ہے انہیں میں سے شیر شاہ سوری بھی ہے۔ شیر شاہ نے شیخ سعدی کی گلستاں اور بوستاں کی تعلیم یہیں سے لی تھی۔ (میں نے جامع مسجد کو دیکھا ہے جو آج بھی شان بان سے کھڑی ہے اس کے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں اور اوپر کی منزل پر بچوں کی رہائش کے لیے کمرے بنے ہیں اور

نیچے کے کمروں میں دکانیں چلتی ہیں)یہ مسجدُ اٹالہ کی مسجد ٗ سے جانی جاتی ہے۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۴۰)

بنارس: یہاں کسی مدرسہ کا ذکر تو نہیں ملتا مگر اتنا پتہ ہے کہ یہاں ملا نظام الدین نے مولانا امان اللہ بنارسی سے علم حاصل کیا تھا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۴۳)

بہار: اس صوبہ میں فاتحانہ انداز میں جو سب سے پہلے داخل ہوا وہ قطب الدین ایبک کا امیر بختیار خلجی ہے۔اس امیر کی وجہ سے بہار و بنگال میں علوم وفنون کی نشر واشاعت ہوئی۔اس اپنے دور امارت میں بہت سارے مدارس و مکاتب قائم کیا تھا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۴۴)

داناپور: اس علاقہ میں نواب آصف خان نے مسجد اور مدرسہ کی بنیاد ڈالی اور اس کی تکمیل نواب ہیبت خان نے کی، یہ دونوں بقول صاحب غرابت نگار اپنے وقت کے شاندار ہونے میں اپنی مثال آپ تھے۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۵۱)

پھلواری: یہ پٹنہ سے ۹ کیلومیٹر کی دوری پر واقع ہے۔یہ بھی علم وفن کے لیئے قت میں مشہور تھا فتاویٰ عالم گیری کے جمع وترتیب میں وہاں کے ایک عالم دین شامل تھے۔

پٹنہ: عظیم آباد میں دریا گنگا کنارے واقع مسجد اور مدرسہ قائم تھے مگر آج کل صرف مسجد کے باقیات پائے جاتے ہیں۔اسی طرح محلّہ صادق پورہ بھی اپنے علم اور علما کی وجہ سے بہت مشہور تھا مولانا حکیم عبدالحمید، مولوی عبدالباری وغیرہ۔اس وقت بھی وہاں بہت سارے مدرسہ قائم ہیں۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۵۲)

بنگال: ذکر گزر چکا ہے کہ بختیار خلجی نے بہار و بنگال کو فتح کیا تھا۔بنگال میں اس نے رنگپور نام سے شہر بسایا اور اس میں مسجد اور متعدد مدرسوں اور مکتبوں کو بھی قائم کیا تھا

۔غیاث الدین جو بنگال کا صوبہ دار تھا لکھنوتی میں اس نے ایک مسجد، ایک کارواں سرائے اور ایک مدرسہ کو بنوایا تھا۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۵۴)

دکن: بدر میں محمد شاہ بہمنی کا وزیر محمود گاوان نے یہاں پر بے مثال مدرسہ قائم کیا تھا جس کے آثار آج بھی موجود ہیں۔اس کے سامنے عالی شان دوسَو فٹ کے کمرے تھے ،اب صرف ایک مینار باقی ہے۔اس میں ایک مسجد ہے جسکے چاروں طرف کمرے بنے ہوئے ہیں جو طلباء کی اقامت کے لیے ہیں۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۶۰)

گلبر گہ: محمود گیسو دراز کا مرید احمد شاہ بہمنی نے یہاں کسی مقام پر خانقاہی مدرسہ قائم کیا تھا ۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۶۱)

حیدر آباد: محمد قلی قطب گولکنڈہ نے حیدر آباد میں متعدد مدرسے قائم کئے تھے سیاح تھیوی ناٹ نے اپنے سفر نامہ میں چار مینار میں ایک بہت بڑے مدرسہ کا ذکر کیا ہے۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۶۲)

مدراس: والا جاہ نے محل سے قریب ایک مدرسہ قائم کیا اور مولانا بحر العلوم کو اس مدرسہ کا صدر مدرس منتخب کیا۔مدتوں تک آپ علم کی نشر واشاعت کرتے رہے بالآخر آپ کی وفات ہوئی اور وہیں دفن ہوئے۔شمالی ہند میں آپ کی شہرت بحر العلوم سے تھی جب کہ مدراس میں ملک العلماء سے مشہور ہوئے۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۶۳)

مالوہ: دلاور خان نے اپنے دور حکومت میں شادی آباد میں مدرسہ قائم کیا اور یہ بعد میں علم کا شہر بن گیا۔بڑے بڑے علماء یہاں سے فارغ ہوئے ،خاقانی کا مشہور شارح محمد داود علی شدی آبادی یہیں سے تعلق رکھتا تھا۔(ندوی ۱۹۷۹ء ص:۶۵)

سارنگ پور: محمود خلجی علم پرور حکمران تھا۔اس نے اس جگہ ایک مدرسہ کو قائم کیا تھا۔اس

مدرسہ کے باقیات آج بھی خستہ حالی کی صورت میں موجود ہیں۔

کشمیر: سلطان سکندر نے اپنے زمانے میں کشمیر کی علمی شان وشوکت کو اس قدر بڑھا دیا تھا کہ اس کا مقابلہ عراق وخراسان سے ہوتا تھا۔اسی طرح سلطان زین الدین جب تخت پر بیٹھا تو کشمیر میں مدرسوں مکتبوں کے علاوہ محکمہ تاریخ نویسی اور محکمہ تراجم قائم کیے تھے ۔کشمیر کی مفصل تاریخ 'راج ترنگی' اسی محکمہ تاریخ سے شائع ہوئی تھی۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۷۳)

گجرات: اسلامی دور حکومت میں علمی خدمات کے حوالے سے گجرات بھی اپنے آپ میں ایک مثال تھا۔سلاطین گجرات میں سلطان محمود بیگڑہ نے طویل مدت تک حکومت کی ہے(۸۶۳ھ۔۹۱۷ھ) یہ سلطان علم پرور تھا اس نے بڑے بڑے مدرسے قائم کیے۔اس کے لیے تاریخ مرات احمدی کا ایک قول کافی ہے۔''اس بادشاہ نے مسافروں کے آرام کے لیے سرائیں ،طلباء کے لیے مدرسے اور مسلمانوں کے لیے مسجدیں تعمیر کرائیں۔صوبہ دار گجرات سیف خان نے ایک مدرسہ قائم کیا جس کا نام 'مدرسۃ العلماء' رکھا یہ مدرسہ بڑا عالی شان تھا۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۷۵)

احمد آباد::قاضی اکرام الدین خان نے اپنے ذاتی پیسوں سے ایک مدرسہ تعمیر کرایا جس کے مکمل اخراجات ایک لاکھ چوبیس ہزار تھے۔ مدرسہ کے اخراجات کے لیئے دوکانیں اور دو گاؤں وقف تھے۔احمد آباد میں مدرسہ وجیہ الدین بہت مشہور تھا،اس مدرسہ کی خاص بات یہ تھی کہ طلبا کو وظیفہ بھی ملتا تھا۔علامہ وجیہ الدین اس مدرسہ میں ۶۵ سال تک درس دیتے رہے اور اسی جگہ وفات پائی۔(ندوی.۱۹۷۹ص:۷۶)

سورت:اس شہر میں مرجان شامی نام کی مسجد مدرسہ کا کام بھی دیتی تھی۔نواب ظفر

یاب نے ایک مدرسہ کے لیے زمین مختص کی اور بعد ازاں اس کی تعمیر مکمل ہوئی ۔ مسٹر کین کے بقول ''اورنگ زیب نے زراعت کو بے حد ترقی دی اور اپنے حدود مملکت میں بے شمار مدارس و مکاتب قائم کیے۔'' عالمگیر نے صوبہ گجرات کے حاکم مکرمت خان کو فرمان جاری کیا کہ تمام علاقوں میں مدارس قائم کیے جائیں، طالب علموں کے لیے وظائف جاری کیئے جائیں اور ان کی رہائش کے لیے عمارات تعمیر کیئے جائیں جس کے نتیجے میں احمد آباد، سورت اور پٹن میں مدرسین مقرر کیے گیے ۔(ندوی ۱۹۷۹ص:۷۸)

اورنگ زیب عالم گیر علم پرور اور علم دوست حاکم تھا۔ اس نے ہر جگہ تعلیمی مراکز قائم کیے معلمین کو بڑی بڑی جاگیریں عنایت کی، اس کے علاوہ ان کے لیے وظیفے مقرر کیے ۔ گجرات کے سنی بہروں کو علوم سیکھنا لازم و ضروری قرار دیا اس کے لیے بہترین مدرسین کا انتخاب کیا تعلیم کے بعد امتحانات کا طریقہ نکالا اور تمام سرگرمیوں پر خبر گیری کرتا رہتا۔((ندوی ۱۹۷۹ص:۷۸)

مذکورہ بالا ہندوستان کے اسلامی دور حکومت کے مدارس و مکاتب کا ایک مختصر جائزہ لینے کے بعد اس کے ضمن میں کچھ خاص باتوں کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

☆ اسلامی ہند میں علم کو عام کرنے میں سلاطین و امراء کے ساتھ ساتھ علماء کا کردار کافی نمایا تھا۔

☆ علاقہ فتح کرنے کے لیے صرف ایک بار میدان جنگ میں تلوار کام آتا مگر اس کے بعد ہر گھر، علاقہ، محلّہ، قصبہ اور شہر میں کتاب و قلم کو کام میں لایا جاتا۔

☆ تعلیم سب کے لیے عام تھا چاہے وہ کسی بھی دھرم یا مذہب سے تعلق رکھتا ہو۔

☆ اکثر مدارس و مکاتب بادشاہوں کی سرپرستی میں چلتے مگر چند ذاتی بھی ہوتے۔

☆ ان تمام مدرسوں کی ایک خوبی تھی کہ ان کے لیے کثیر مد معاش جاری کیا جاتا یہاں تک کہ کئی گاؤں اور دیہات بھی وقف ہوتے۔

☆ ان مدرسوں کی بنیاد سے لیکر طلباء کے فراغت تک مدرسوں سے جڑے تمام افراد برابر دلچسپی دکھاتے چاہے وہ امراء وسلاطین ہوں اساتذہ و معلمین ہوں یا طلباء و متعلمین۔

☆ مدرسے خالص رب کی اور علوم وفنون کی نشر و اشاعت کے لیے ہوتے، نام ونمود یا شہرت حاصل کرنے یا مال ومتاع کے لیے ہرگز نہیں ہوتے تھے۔

☆ ہر مدرسوں اور مکتبوں میں نصاب مقرر ہوتا، امتحانات کرائے جاتے، بچوں کے وظیفے مقرر کیے جاتے جس کی وجہ سے قابل اور لائق بچے فارغ ہوتے۔ انہیں فارغین میں مرزا زاہد عالم گیر کے عہد میں ان کے سلسلے میں قاضی مبارک اور شاہ ولی اللہ صاحب کا خاندان بھی شامل ہے، اور شاہ صاحب سے شاہ عبدالعزیز، شاہ عبدالقادر، شاہ رفیع الدین اور شاہ عبدالغنی شامل ہیں۔ گجرات میں شاہ وجیہ الدین تو لکھنو میں ملا نظام الدین، پنجاب میں مجدد الف ثانی تو جون پور میں ابوفتح شہاب الدین ہیں، الہ آباد میں شیخ محبّ اللہ ہیں تو خیر آباد میں علامہ فضل حق۔

برطانوی دور حکومت (۱۸۵۷ء۔۱۹۴۷ء) میں مدارس ومکاتب کے حالات

انگریزوں نے ہندوستان کو اپنے کنٹرول میں لینے کے بعد یہاں کی صورت حال کو بدلنا شروع کر دیا اور اس طرح سے ملک کی صورت حال میں تبدیلیوں کا ایک سلسلہ چل پڑا جس میں تعلیمی پالیسی بھی شامل ہے۔ اس عہد کے تعلیمی ادوار کو چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ایک ۱۷۸۲ء۔۱۸۱۸ء یہ ابتدائی دور ہے، دوسر ۱۸۱۸ء۔۱۸۵۴ء اس دور میں تعلیم کی بنیاد ڈالی گئی اور بہت اہم تعلیمی پالیسی لائی گئی، تیسرا دور شروع ہوتا ہے ۱۸۵۴ء۔۱۹۰۱ء اس

دور میں تعلیم بہت تیزی کے ساتھ پھیل گیا اور چوتھا دور ۱۹۰۱ء۔۱۹۴۷ء تک اس مذکورہ دور میں انگریزی پالیسی کے تحت یہاں کی تعلیم میں بدلاؤ لایا گیا جس کا اثر سب سے زیادہ مسلمانوں کے دینی مدارس کے اوپر پڑا۔انگریزوں کی طرف سے مسلمانوں کے لیے سب سے پہلا مدرسہ کلکتہ میں ۱۷۸۱ء میں قائم ہوا۔(الیاس برنی ۱۹۲۴ء ص،۱۳۶)

اسی طرح ۱۸۳۷ء میں فارسی زبان کو سرکاری زبان سے ہٹا دیا گیا۔اور مدرسوں اوقاف شدہ زمین اور جائداد ضبط کر لیے گیے ،اور دوسری طرف مشنری اسکول کو ملک کے کونے کونے میں پھیلا دیا گیا اور ان کے لیے لاکھوں روپیے پاس کرائے گئے ۔اس طرح کی پالیسی کو جب مسلمانوں نے دیکھا تو مایوس ہوئے اور انگریزوں سے شدید غم وغصہ کا اس طرح اظہار کیا کہ ان کی تعلیمی نظام سے کنارہ کشی اختیار کی اور انگریزی تعلیم سے دوری بنانا شروع کر دیا۔اس کے نتیجے میں اپنی دینی تعلیم کو فروغ دینے کے لیے کمر بستہ ہو گیے ۔اسی دور میں مسلمانوں نے اپنی دینی علوم کے لیے بڑے بڑے مدارس قائم کیئے جس میں سے دارالعلوم دیوبند ۱۸۶۶ء میں قائم ہوا، ندوۃ العلماء ۱۸۹۸ء میں قائم کیا گیا اسی طرح الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور ۱۹۰۸ء میں قائم ہوا۔ان مدارس کے علاوہ اور بھی ملک میں دینی تعلیم کے لیے مکتبوں کو کھولا گیا اور ان کے اخراجات اس ملک کے مسلمانوں کے چندے سے پورے کیے جانے لگے۔

انگریزوں کی نیت صاف تھی کہ انھوں نے مسلمانوں کے ساتھ انصاف سے کام نہیں لیا اور ان کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھا اور ان کے ساتھ وہی کیا جو ایک حریف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور دیکھتے دیکھتے مسلمان جو ان کی زبان سیکھنے سے نفرت کرتے تھے زوال ہوتے گئے اور دوسرے لوگوں نے ان کی زبان سیکھنے میں دقت کا اظہار

نہیں کیا تو ان کا عروج ہونے لگا۔اس کا اثر آج بھی مسلم قوم کے اندر محسوس کر سکتے ہیں کہ انگریزوں کی تعلیمی پالیسی اور مسلمانوں کو ان کی زبان سے نفرت اور دوری نے کافی دوررس اثر چھوڑا ہے۔آج بھی مسلمانوں کی تعلیم میں وہ اصلاح نہیں ہو پایا جو ہونا چاہیے تھا۔

دینی مکتب اسلام کے ہر فرد کو اس کے مذہب کا علم اور اس کی رہنمائی کے لیے بہترین ذریعہ ہے لہذا اگر اس مکتب کو جگہ جگہ کھول دیا جائے اور اس کو موجودہ زمانے کے لحاظ سے چلایا جائے تو قوم مسلم کا ہر بچہ اپنے والدین کی آنکھوں کا ٹھنڈک بنے گا اور اس کی دین اور دنیا دونوں کامیاب ہو جائیں گی۔انشاءاللہ

اس وقت پورے ملک میں مکاتب اسلامیہ کی حالت بد سے بدتر ہے اگر اس مسلہ پر فوری طور پر توجہ نہ دی گئی تو عنقریب اس کا بچہ کھچا وجود بھی ختم ہو جائے گا۔نئے مکتب کو کیسے قائم کیا جائے اور جو پہلے سے چل رہے ہیں ان کو کیسے منظّم کیا جائے ،بچوں ،عوام،اور اساتذہ کے دلوں میں مکاتب سے دلچسپی کیسے دلائی جائے ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر اس کتاب کو ترتیب دیا گیا ہے۔

کسی بھی مکتب،اسکول یا ادارہ کو چلانے کے لیے اور اس کو کامیاب بنانے کے لیے کچھ بنیادی باتوں کو مدنظر رکھنا بہت ضروری ہوتا ہے جن میں سے کچھ یہ ہیں مکتب کا نظام ،نصاب،طریقہ تعلیم ،نگرانی اور عملی تربیت اگر ان پانچ باتوں پر عمل کر لیا جائے تو امیدِ قوی ہے کہ مکاتب کامیابی سے ہمکنار ہو جائیں گے۔

مذکورہ بالا بنیادی باتوں کو تفصیل سے ذکر کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ان مکاتب کا جائزہ پیش کیا جائے تا کہ ہمیں سب سے پہلے موجودہ مکاتب کی صورت حال کا پتہ چل جائے پھر اصلاحات کی طرف رخ کریں گے۔آئندہ صفحات پر

پانچ مکتبوں کا جائزہ کچھ بنیادی سوال وجواب پر ترتیب دیا گیا ہے اس سے ہمیں موجودہ مکاتب کی صحیح رہنمائی مل سکے گی۔

☆☆☆☆☆

باب دوم
دہلی کے منتخب مکاتب کا جائزہ



(ا) مدرسہ اہل سنت امام احمد رضا، سنگم بہار، نئ دہلی

مدت تعلیم: ۲۲ سے ۲۵ سال پرانا مکتب ہے۔

موجودہ مدرس: ۳ سے ۵ ماہ صرف

مدرس کی تعلیمی لیاقت: مدرسہ سے فضیلت

مدرس کی تنخواہ: ۱۲۰۰۰۔آؤٹ آمدنی تھوڑا بہت

داخلہ نظام: جو بچے آتے ہیں وہ پڑھتے ہیں، ابھی تک کوئی باقاعدہ نظام نہیں بنا ہوا ہے

نصاب تعلیم: عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ

عربی کے لیے کتابیں: مدنی قاعدہ کے بعد قرآن مجید

اردو کے لیے کتابیں: تعمیر ادب قاعدہ سے چوتھی جماعت تک، اس کے بعد بچیوں کو سنی بہشتی زیور، لڑکوں کو انوار شریعت حفظ۔

دینیات کے لیے کتابیں: اسلام کی بنیادی باتیں، سچی نماز، اور مسنون دعائیں، اجتماعی و انفرادی دونوں طریقے سے۔

خوش خطی: مشق و نقل روزانہ، املا ہفتہ میں دو دن

ہم نصابی سرگرمی: کھیل کود، ذہنی اور جسمانی ورزش،

کھیل کود: نہیں

جسمانی ورزش: نہیں

دیگر عوامل: ٹیسٹ و امتحانات، حاضری رجسٹر، پیرنٹ میٹنگ، سرزنش، تجوید مخارج، بزم وغیرہ

حاضری رجسٹر: جی ہر روز

سرزنش: جی ہاں، بوقت ضرورت

تجوید و مخارج کی ادائیگی (معروف و مجہول): معروف پڑھائی جاتی ہے، مخارج کی ادائیگی انفرادی کوشش کے ذریعہ۔

بزم وغیرہ: ہر اتوار کو، نعت، تقریر، کلمہ اور اخلاقیات۔ ۱۵ منٹ استاد کی نصیحت۔

جلوس وغیرہ: نہیں

قومی تہوار و دیگر عملیات: نہیں

ڈریس و آئی کارڈ وغیرہ: نہیں

چھٹی و غیر حاضری یا اخراج کی صورت حال: رمضان، خاص تہوار اور بزرگوں کے اعراس کے مواقع پر

طلبہ کی تعداد بشمول لڑکے لڑکیاں: مجموعی بچے ۴۰ ہیں

تعلیمی طریقہ و ترتیب: صبح ۸ سے ۱۱، اور دوپہر ۲ سے ۴ بجے تک

تعلیم و کتب (مفت یا فیس): مفت

مدرسہ کی حالت (کمیٹی یا پرائیویٹ) کمیٹی کے ذریعہ چلتا ہے۔

سوشل میڈیا کا استعمال: نہیں

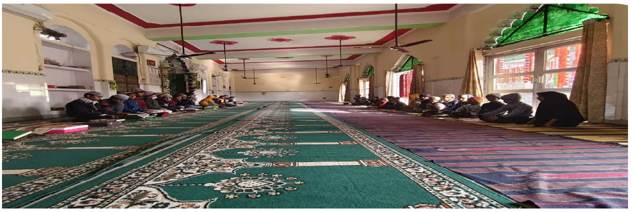
آبادی کے اعتبار سے کتنی فی صد بچے آتے ہیں؟ ۴۰ فی صد بچے آتے ہیں، محنت کرنے پر ۱۰۰ تک ہو جائیں گے۔

کن اصلاحات کی ضرورت ہے؟ بچوں کی تعلیمی معیار درست کرنے اور استاد کو مزید محنت کرنے کی

مکتب کو فروغ دینے کیلیے کیا کرنا چاہیے؟ والدین، کمیٹی بچے اور استاد سب کو ایمانداری سے محنت کرنی چاہیے اسی کے ذریعہ سے فروغ دیا جاسکتا ہے۔

قاعدہ سے قرآن شریف تک پہونچنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ ابھی تک یہاں کا کوئی تجربہ نہیں ہے

مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ محنت اور صرف محنت



(۲) دارالعلوم اشرفیہ غریب نواز، شاہ آباد ڈیری، دہلی

تاریخِ مکتب: تقریباً ۳۰، ۳۵ سالوں سے مکتب چل رہا ہے۔

موجودہ مدرس: مولانا جمال الدین، حافظ ناظم رضا۔

مدرس کی تعلیمی لیاقت: ایک عالم فاضل اور دوسرے حافظ، دنیاوی تعلیم صفر۔

مدرس کی تنخواہ: ۹ ہزار اور حافظ کی تنخواہ ۷ ہزار، آؤٹ آمدنی تھوڑی بہت

داخلہ نظام: جو بچے آتے ہیں وہ پڑھتے ہیں۔

نصاب تعلیم: عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ:

عربی کی کتابیں: بغدادی قاعدہ، یسرنا القرآن، عم پارہ پھر قرآن مجید۔

اردو کی کتابیں: تعمیر ادب قاعدہ سے لیکر ساتویں درجہ تک۔

دینیات کی کتابیں: کلمہ، عقائد، طریقہ نماز، اخلاقیات۔صرف زبانی یاد کرانے پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

خوش خطی: نقل اور املاء۔ روزانہ۔

ہم نصابی سرگرمی: کھیل کود، ذہنی اور جسمانی ورزش،

کھیل کود: نہیں

جسمانی ورزش: نہیں

دیگر عوامل: ٹیسٹ و امتحانات، حاضری رجسٹر، پیرنٹ میٹنگ ، سرزنش، تجوید مخارج، بزم وغیرہ

ٹیسٹ وامتحانات: نہیں

پیرنٹ میٹنگ: نہیں

سرزنش: جی، بوقت ضرورت

تجوید ومخارج کی ادائیگی (مجہول ومعروف): نہیں

بزم وغیرہ: نہیں

جلوس وغیرہ: نہیں

قومی تہوار ودیگر عملیات: صرف قومی تہوار ۱۵ اگست، ۲۶ جنوری۔

ڈریس وآئی کارڈ وغیرہ: نہیں

چھٹی وغیر حاضری یا اخراج کی صورت حال: چھٹی رمضان اور تہواروں میں۔ ۳ دن سے زیادہ غیر حاضر کی صورت میں والدین سے رابطہ۔

طلبہ کی تعداد بشمول لڑکے لڑکیاں: لڑکے ۳۰، لڑلیاں ۳۰ ٹوٹل ۶۰ طلبہ زیرِ تعلیم ہیں۔

تعلیمی طریقہ وترتیب: صبح دو دو گھنٹہ اور دوپہر دو گھنٹہ، دو شفٹوں میں۔ جو صبح آتے ہیں دوپہر میں نہیں اور دوپہر والے صبح نہیں۔

تعلیم وکتب (مفت یا فیس): مفت تعلیم، مفت کتابیں بحالت ضرورت۔

مکتب کی حالت (کمیٹی یا پرائیویٹ): کمیٹی کے ذریعہ سے

سوشل میڈیا کا استعمال: نہیں

آبادی کے اعتبار سے کتنے فی صد بچے آتے ہیں؟ ۵۰ فی صد بچے آتے ہیں

کن اصلاحات کی ضرورت ہے (استاد کی ذاتی رائے)؟ دین کے ساتھ دنیوی تعلیم کا اہتمام،

مکتب کو فروغ دینے کیلیے کیا کرنا چاہیے؟ استاد و والدین کو مل کر محنت کرنے کی ضرورت ہے۔

قاعدہ سے قرآن شریف تک پہونچنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ بغدادی قاعدہ سے قرآن تک تقریباً ڈیڑھ سال کا وقت لگتا ہے۔

مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ والدین کو خوف خدا کے ذریعہ اور بچوں مین دینی تعلیم کی اہمیت کو اجاگر کر کے مکتب کی تعلیم کو بہتر بنایا جاسکتا ہے۔



(۳) جامعہ تعلیم القرآن، ابوالفضل، دہلی

مدت تعلیم: ۳ سال سے سلسلۂ تعلیم چل رہا ہے۔

موجودہ مدرس: مولوی ریحان، قاری ندیم اور قاری قاسم

مدرس کی تعلیمی لیاقت: مدرسہ کی تعلیم اسکولی تعلیم پانچویں تک

مدرس کی تنخواہ: ۳ ہزار روپیہ گھنٹہ اور دو گھنٹہ کی کلاس چلتی ہے۔آوٹ آمدنی ہوم ٹیوشن کے ذریعہ سے

داخلہ نظام: اشتہار کے ذریعہ، ٹیسٹ کے ذریعہ سے بچوں کا داخلہ لیا جاتا ہے۔

نصاب تعلیم: عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ

عربی کی کتابیں: نورانی قاعدہ، عم پارا، اور قرآن شریف۔

اردو کی کتابیں: ھندوستانی قاعدہ، اردو زبان کی پہلی سے چوتھی تک۔

دینیات کی کتابیں: ابتدائی نصاب دینیات اجتماعی اور انفرادی دونوں طرح سے پڑھایا جاتا ہے۔

خوش خطی: مشق، نقل اور املا صرف ہفتہ میں ۳ دن۔

ہم نصابی سرگرمی: کھیل کود، ذہنی اور جسمانی ورزش،

کھیل کود: نہیں

جسمانی ورزش: نہیں

دیگر عوامل: ٹیسٹ و امتحانات، حاضری رجسٹر، پیرنٹ میٹنگ ،سرزنش، تجوید مخارج، بزم وغیرہ

وامتحانات: ماہانہ ٹیسٹ، ششماہی اور سالانہ امتحان۔ تقریری امتحان کے ذریعہ۔

حاضری رجسٹر: جی

پیرنٹ میٹنگ: کبھی کبھار

سرزنش: جی تھوڑا بہت

تجوید ومخارج کی ادائیگی (معروف ومجہول): جی ہاں۔ ۶۰ فی صد تک درست کرادی جاتی ہے۔

بزم وغیرہ: جی اتوار کے دن۔

جلوس وغیرہ: نہیں

قومی تہوار ودیگر عملیات: صرف قومی تہوار کے دن

ڈریس وآئی کارڈ وغیرہ: جی

چھٹی وغیر حاضری یا اخراج کی صورت حال: زیادہ دن کی صورت میں والدین سے رابطہ

طلبہ کی تعداد بشمول لڑکے لڑکیاں: ۴۵ لڑکے اور ۱۰ لڑکیاں مکمل ۵۵ طلبہ۔

تعلیمی طریقہ وترتیب: مغرب بعد سے عشاء تک

تعلیم وکتب (مفت یا فیس): ۵۰۰ ماہانہ فیس، کتب مفت،

مدرسہ کی حالت (کمیٹی یا پرائیویٹ): کمیٹی کے ذریعہ چلایا جاتا ہے

سوشل میڈیا کا استعمال: جی تھوڑا بہت

آبادی کے اعتبار سے کتنے فی صد بچے آتے ہیں؟ ۳۵ فی صد

کن اصلاحات کی ضرورت ہے؟ دنیاوی تعلیم کو ساتھ میں رکھنے کی ضرورت ہے، بچیوں کے لیے پردہ کا انتظام۔

مکتب کو فروغ دینے کیلیے کیا کرنا چاہیے؟ مزید سخت محنت کی ضرورت ہے

قاعدہ سے قرآن شریف تک پہونچنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ ۲ سال تک لگ جاتا ہے

مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ استاد اور والدین کو ساتھ مل کر کام کرنا چاہیے اور اس کو آگے بڑھانا چاہیے۔



(۴) مدرسہ تعلیم القرآن بلال مسجد، ابوالفضل، دہلی

تاریخِ مکتب: ۳۰ سالوں سے مکتب جاری ہے

موجودہ مدرس: ٹوٹل مدرس ۴ ہیں۔اور چار جگہ مکتب کا درس لگتا ہے ایک مدرس خاتون ہیں

مدرس کی تعلیمی لیاقت: کچھ لوگ دین کے ساتھ دنیاوی تعلیم اور کچھ لوگ صرف مدرسہ کی تعلیم تک محدود ہیں

مدرس کی تنخواہ: کم سے کم ۲۰۰۰ ہزار اور کسی کی ۴۰۰۰ تک ہے

داخلہ نظام: تھوڑا بہت رسمی ٹیسٹ کے ذریعہ

نصاب تعلیم: عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ

عربی کی کتابیں: نورانی قاعدہ، عم پارہ اور قرآن مجید

اردو کی کتابیں: ہندوستانی قاعدہ ۳ جماعت تک

دینیات کی کتابیں: ابتدائی دعا، عقائد اور بنیادی مسائل اجتماعی اور انفرادی دونوں طرح سے

خوش خطی: فکس نہیں ہے، بچے کے مرضی پر موقوف ہے

ہم نصابی سرگرمی: کھیل کود، ذہنی اور جسمانی ورزش،

کھیل کود: نہیں

جسمانی ورزش: نہیں

دیگر عوامل: ٹیسٹ و امتحانات، حاضری رجسٹر، پیرنٹ میٹنگ ،سرزنش، تجوید مخارج، بزم وغیرہ

ٹیسٹ وامتحانات: نہیں

حاضری رجسٹر: جی

پیرنٹ میٹنگ: نہیں

سرزنش: بالکل نہیں

تجوید ومخارج کی ادائیگی (معروف ومجہول): تھوڑی بہت،

بزم وغیرہ: نہیں

جلوس وغیرہ: نہیں

قومی تہوار ودیگر عملیات: نہیں

ڈریس وآئی کارڈ وغیرہ: نہیں

چھٹی وغیر حاضری یا اخراج کی صورت حال: رمضان اور عیدین کی چھٹیاں

طلبہ کی تعداد بشمول لڑکے لڑکیاں: ۴۰ لڑکے ۴۰ لڑکیاں ،ٹوٹل طلبہ ۸۰

تعلیمی طریقہ وترتیب: مغرب سے عشاء تک

تعلیم وکتب (مفت یا فیس): تعلیم مفت

مدرسہ کی حالت (کمیٹی یا پرائیویٹ) کمیٹی کے ذریعہ سے

سوشل میڈیا کا استعمال: نہیں

آبادی کے اعتبار سے کتنے فی صد بچے آتے ہیں؟ کوئی اندازہ نہیں محنت کرنے پر ۲۰ بچوں کی تعداد میں اضافہ ممکن ہے

کن اصلاحات کی ضرورت ہے؟ بچوں پر استاد بچوں پر محنت کریں، ان کے عقائد کی اصلاح کریں

مکتب کو فروغ دینے کیلیے کیا کرنا چاہیے؟ گھر جا کر والدین کو مکتب کی طرف رغبت دلانا چاہیے۔

قاعدہ سے قرآن شریف تک پہونچنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ تقریباً ایک سال لگ جاتا ہے

مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ تعلیم کے ساتھ تربیت کو شامل کرنا اور عملی کا کردگی کے ذریعہ سے



(۵) مدرسہ تعلیم القرآن، تغلق آباد ایکسٹینشن ۲۴، دہلی

تاریخِ مکتب: ۱۵ سال سے مکتب کی تعلیم جاری ہے۔۔

موجودہ مدرس: مولانا نظام الدین، مولانا اظہر الدین اور مفتی عرفان الحق

مدرس کی تعلیمی لیاقت: مدرسہ سے عالم فاضل اور مفتی

مدرس کی تنخواہ: مدرسین کی ۱۲۰۰۰ ہزار اور امام کی تنخواہ ۱۶۰۰۰ ہزار۔ آؤٹ آمدنی کچھ نہیں

داخلہ نظام: آدھار کارڈ، ۱۰۰ روپے داخلہ فیس، اور ٹیسٹ

نصاب تعلیم: عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ

عربی کے لیے کتابیں: نورانی قاعدہ، عم پارہ، قرآن مجید

اردو کے لیے کتابیں: ہندوستانی قاعدہ، تعلیم اسلام ۴ درجہ تک

دینیات کے لیے کتابیں: تعلیم اسلام ہی سے نماز، کلمہ عقائد وغیرہ

خوش خطی: بچوں کے مرضی کے اوپر کوئی فکس نہیں

ہم نصابی سرگرمی: کھیل کود، ذہنی اور جسمانی ورزش،

کھیل کود: نہیں

جسمانی ورزش: نہیں

دیگر عوامل: ٹیسٹ و امتحانات، حاضری رجسٹر، پیرنٹ میٹنگ ،سرزنش، تجوید مخارج، بزم وغیرہ

ٹیسٹ و امتحانات: ششماہی اور سالانہ امتحان۔امتحان تقریری لی جاتی ہے

حاضری رجسٹر: روزانہ کی

پیرنٹ میٹنگ: نہیں

سرزنش: تھوڑی بہت بوقت ضرورت

تجوید و مخارج کی ادائیگی (معروف و مجہول): قرآن ختم کرانے کے بعد ۳ ماہ مخارج قواعد کے ساتھ پڑھائی جاتی ہے

بزم وغیرہ: نہیں

جلوس وغیرہ: قومی تہوار اور انعامی تقسیم کا پروگرام

قومی تہوار و دیگر عملیات: قومی تہوار میں ہاں۔اور دیگر عملیات میں کچھ نہیں

ڈریس و آئی کارڈ وغیرہ: ابھی تک تو نہیں

چھٹی و غیر حاضری یا اخراج کی صورت حال: رمضان کی چھٹی، غیر حاضری کی صورت میں والدین سے رابطہ

طلبہ کی تعداد بشمول لڑکے لڑکیاں: ۱۲۰ لڑکے اور ۸۰ لڑکیاں ٹوٹل طلبہ ۲۰۰

تعلیمی طریقہ و ترتیب: بعد نماز ظہر ۲ گھنٹہ اور بعد نماز مغرب ۲ گھنٹہ

تعلیم و کتب (مفت یا فیس): ماہانہ فیس ۱۰۰، کتب بچوں کا ذاتی

مدرسہ کی حالت (کمیٹی یا پرائیویٹ) مسجد کمیٹی کے ذریعہ سے جاری ہے

سوشل میڈیا کا استعمال: تھوڑا بہت پروگرام کی نشر کی جاتی ہے

آبادی کے اعتبار سے کتنے فی صد بچے آتے ہیں؟ ۵۵ فی صد تک بچے آجاتے ہیں۔

کن اصلاحات کی ضرورت ہے (استاذ کی ذاتی رائے)؟ کلاس کو تقسیم کر کے بچوں کی تعداد کم کری جائے، اگھنٹہ کا کلاس ہو اس میں چار چیزیں رکھی جائیں، (۱) آدھا گھنٹہ عربی کا (۲) ۱۵ منٹ اجتماعی دعا (۳) ۱۵ منٹ نماز کی پریکٹس کرائی جائے (۴) اخلاقیات کا سبق عملی طور پر سکھائی جائے مکتب کو فروغ دینے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ ائمہ کرام مسجدوں سے مکتب کی اہمیت کو بتائیں، والدین سے انفرادی کوشش کریں مہینے میں ایک میٹنگ کرائی جائے، بچوں کی کمیاں اور خوبیاں والدین کو بتائی جائیں، مستقبل کی طرف بچوں کی راہ نمائی کی جائے۔ قاعدہ سے قرآن شریف تک پہونچنے میں کتنا وقت لگتا ہے؟ تقریباً ۲ سال کا وقفہ لگ جاتا ہے

مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ جو اساتذہ پڑھائیں وہ اپنی اوقات کی پابندی کریں، اور اجتماعی اسباق جاری کیے جائیں۔

جائزے کے مطابق دہلی کے مکاتب میں ملنے والی خوبیاں وخامیاں

دہلی کے پانچ مکاتب کا سروے پچھلے صفحات پر درج کیا گیا ہے یہاں ان مکاتب میں ملنے والی خامی وخوبی کا بیان کیا جائے گا۔ واضح کر دینا مناسب ہوگا کہ اس میں مذکورہ پانچ مکاتب کے علاوہ دیگر مکاتب کا سروے کیا گیا ہے اگر چہ ان کا ذکر پچھلے صفحات پر نہیں کیا گیا مگر اس کالم میں مجموعی طور پر ان سب مکاتب کی خوبیوں اوخامیوں کا تذکرہ کیا جائے گا۔ جن کا ذکر پچھلے صفحات پر نہیں ہوا ہے۔ ان میں سے یہ ہیں، آسی اکیڈمی تغلق آباد ، مدرسہ غریب نواز تغلق آباد، مدرسہ اہلسنت غوثیہ رضویہ سنگم وہار، دارالعلوم رحمانیہ سنگم وہار۔

مکتبوں میں ملنے والی خوبیاں

☆ سب سے اچھی بات یہ ہے کہ مکتب کی تعلیمی سلسلہ چل رہا ہے

☆ بچے پابندی کے ساتھ مکتب میں آتے ہیں۔

☆ مکتبوں کے اوقات مقرر ہیں

☆ مکتبوں میں تعلیم اس وقت دی جاتی ہے جب اسکول کا وقت ختم ہو جاتا ہے اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ دونوں تعلیم (دینی اور دنیاوی) ساتھ ساتھ مل جاتی ہے

☆ مکتب میں دینی علوم کے ساتھ اخلاقی تعلیم بھی دی جارہی ہے

☆ بچوں میں ڈسپلن دیکھنے کو ملا

☆ استادوں کے اندر بچوں کو تعلیم دینے کا شوق نظر آیا جس سے بچوں میں اس کے اثرات دیکھنے کو ملے

☆ حاضری رجسٹر کا استعمال کیا جاتا ہے تاکہ بچوں کی تعلیمی سرگرمی کو بہتر بنایا جاسکے

☆ مکاتب کا رابطہ والدین کے ساتھ بھی ہے تاکہ استاد اور والدین مل کر بچوں میں وہ نکھار لائیں جس کے وہ حقدار ہیں

☆ داخلہ کا نظام بنا ہوا ہے جس میں ٹیسٹ ، اور ضروری کاغذات دیکھی جاتی ہے تعلیمی لیاقت کو پرکھا جاتا ہے تاکہ آگے کی تعلیم کو بہتر طور پر دی جاسکے

☆ چھٹیوں کے نظام بنے ہوئے ہیں اس کے علاوہ مزید چھٹی کو اجازت کی صورت میں ممکن بنایا جاتا ہے

☆ تجوید اور مخارج وغیرہ پر بھی بچوں کا خیال رکھا جاتا ہے تاکہ بچے قرآن کو بہتر انداز میں پڑھ سکیں

☆ پڑھائی کے ساتھ خوش خطی (اردو لکھنا) سیکھایا جاتا ہے

☆ عقائد، دعا، نماز روزہ کا طریقہ، جو ہماری عملی زندگی میں ضروری ہے ان کو مستعدی سے بچوں کو سیکھایا اور یاد کرایا جاتا ہے

☆ اردو زبان کی تعلیم بھی دی جاتی ہے جو ہماری مادری زبان ہے

☆ بچوں پر سختی کم ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے بچے خوشی خوشی مکتب میں تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں

☆ بچے مکاتب میں صاف صفائی کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں

☆ چند مکتب میں بچے ڈریس کے ساتھ پڑھنے آتے ہیں

☆ کچھ مکاتب میں امتحانات بھی کرائے جاتے ہیں مگر یہ سارے مکاتب میں نہیں ہوتے ہیں

☆ بزم اور انجمن کے ذریعہ بچوں میں نعت وتقریر کا شوق پیدا کیا جاتا ہے

☆کم وقتوں میں اساتذہ زیادہ تعلیم مہیا کرانے کی کوشش کرتے ہیں

☆جن بچوں کے گھر کی معاشی حالت خراب ہے ان کی تعلیم، کتابیں اور دیگر لوازمات مکتب فراہم کراتا ہے

☆اساتذہ درسگاہ میں شفقت سے بچوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔

مکتبوں میں ملنے والی خامیاں

☆مکتبوں کی تعلیم بس رسمی خانہ پرتی کے لیے رہ گئی ہے اسی وجہ سے اس کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہے، یہی وجہ ہے کہ بچے سب سے پہلے دنیاوی تعلیم کے لیے اسکول جاتے ہیں پھر مکتب آتے ہیں

☆آبادی کے اعتبار سے بچوں کی تعداد ناکافی ہے

☆تعلیم کے لیے کوئی نصاب متعین نہیں ہے یعنی منظّم طریقے سے تعلیم کو آرگنائز نہیں کیا گیا ہے

☆اسکول کی بہ نسبت مکتب میں بچے کم وقت دے پاتے ہیں جس سے بہتر تعلیم فراہم کرنے میں پریشانی اور دقت کا سامنا ہوتا ہے

☆بچوں پر مکتب آنے جانے کا کوئی وقت اور پابندی مکمل طور نافذ نہیں کیا گیا ہے، کوئی ۱۰ منٹ پہلے آتا ہے تو کوئی ۱۰ منٹ بعد

☆تجوید و مخارج کا اتنا خاص خیال نہیں کیا جاتا جتنا کہ ہونا چاہیے

☆قرآن اور مسنون دعاؤں کے تراجم نہیں پڑھائے جاتے ہیں اور نہ ہی یاد کرائی جاتی ہے صرف قرآن کو پڑھنا اور دعاؤں کو یاد کرانے کو ہی غنیمت سمجھ لیا جاتا ہے

☆خوش خطی کے لیے کوئی خاص حساب کتاب نظر نہیں آیا، بس بچوں کی مرضی کے اوپر ہے لکھ دیں تو چیک ہو جائے گی ورنہ کچھ
نہیں، کہیں کہیں تو خوش خطی شروع ہی نہیں ہوئی ہے

☆استاد پرانے طرز اور طریقوں کے ذریعہ بچوں کو تعلیم دیتے ہیں موجودہ زمانے کے حساب سے کچھ خاص تبدیلیاں نظر نہیں آئیں

☆مکاتب میں بچوں پر سختی کی جاتی ہے جیسے کہ مارنا پیٹنا، ڈانٹ ڈپٹ وغیرہ (جائزے کے درمیان کہیں کہیں درس گاہ میں ڈنڈے دیکھنے کو ملے)

☆دینیات پر کوئی خاص کتاب مقرر نہیں ہے بس زبانی طور پر بچوں کو کچھ دعائیں یاد کرادی جاتی ہیں

☆داخلے کے لیے کچھ خاص ضابطے اور نظام نہیں ہیں مگر کہیں کہیں رسمی انداز میں داخلہ لیا جاتا ہے

☆اردو پر کم توجہ دی جاتی ہے اور عربی کتاب پر زیادہ جس سے اردو زبان میں بہتر ترقی نہیں ہو پا رہی ہے

☆ڈریس اور آئی کارڈ کا مکتب میں کوئی حساب کتاب نہیں بنایا گیا ہے

☆اساتذہ بچوں کی نفسیات سے بالکل ناواقف ہیں جس سے تعلیم و تعلم اور ان کی ذہنی و جسمانی ترقی میں کافی دشواری ہوتی ہے

☆پڑھانے اور سمجھانے کے لیے وائٹ بورڈ یا اسی طرح ڈیجیٹل طریقہ کا استعمال نہیں کیا جاتا ہے

☆استاد کے اندر بچوں کی تعلیم کے لیے کوئی خاص دلچسپی نظر نہیں آئی

☆مکتبی تعلیم کے لیے والدین کی طرف سے بھی لاپرواہی برتی جارہی ہے

☆بزم یا انجمن کا کوئی منظّم نظام نہیں ہے جس سے بچوں کی اخلاقیات اور دیگر فنون کی طرف رجحانات بڑھے

☆مکتبی تعلیم کے فروغ کے لیے مدمعاش کا فقدان ہے جو تعلیمی ترقی میں اہم رکاوٹ ہے

☆اساتذہ کی بےتوجہی کی وجہ ان کی معقول تنخواہ کا نہ ہونا بھی شامل ہے

☆جہاں مفت تعلیم اور مفت کتابیں فراہم کی جاتی ہیں وہاں بچوں کی تعداد کافی ناگفتہ بہ ہے

☆کہیں بچوں کے حساب سے اساتذہ نہیں ہیں تو کہیں اساتذہ کے حساب سے بچے نظر نہیں آئے

☆اکثر مکتب کی تعلیم کے لیے مساجد کو استعمال کیا جارہا ہے جس سے مساجد کی تعظیم مجروح ہورہی ہے

☆اکثر مکاتب کمیٹی کے زیرانتظام ہیں مگر کمیٹی مکتب کے معاملے میں بےحس اور غیرمتحرک ہے

☆اساتذہ کے اندر وقت کی پابندی کا فقدان ہے جس سے بچے بھی متاثر ہیں

☆اخلاقیات اور بنیادی چیزیں بس سطحی طور پر شامل ہیں

☆مکتبوں میں ہم نصابی سرگرمی (Co-curricular activity) بالکل نہیں ہے

☆مکاتب میں حالات حاضرہ کے پیش نظر اس میں تعلیمی اصلاح پر نہ ہی غور وفکر کی گئی ہے اور نہ ہی کوئی بہتر نتیجہ نکالا گیا ہے۔

اوپر کی سطروں میں مکتبوں کی خوبیاں اور خامیاں بیان کی گئی ہیں جو جائزے کی

بنیاد پر ہیں، اِن میں ان سوالات کو شامل کیا گیا ہے جو تعلیم کے لیے کافی اہم ہیں۔ان میں لفظوں یا بیان کرنے کا طریقہ الگ ہے مگر مفہوم کو برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔اس جائزے میں نہ کسی کی حمایت کی گئی ہے اور نہ ہی کسی کو نیچا دکھانے کی کوشش بلکہ غیر جانب دار رہ کر باتیں پیش کی گئی ہیں۔

☆☆☆☆☆

باب سوم

موجودہ مکاتب میں جدید اصلاحات

موجودہ مکاتب میں تعلیمی اصلاحات

تعلیم کے ساتھ ساتھ تعلیمی مراکز کی اہمیت کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا اگر چہ وہ مراکز کتنے ہی چھوٹے کیوں نہ ہوں۔ کیوں کہ وہ انسان کی ذہنی وجسمانی ترقی سازی میں اہم رول ادا کرتے ہیں۔اس جدید سائنسی ترقی یافتہ زمانہ نے نہ جانے کتنی چیزوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے جو اس سے ہم آہنگ تھے لیکن اس کے ساتھ قدم بہ قدم نہیں چل سکے۔موجودہ دور ہماری سوچ سے کہیں زیادہ ایڈوانس ہو چکا ہے۔اگر ہم اپنی زندگی میں ترقی اپنے نام کرنا چاہتے ہیں تو زمانے کے چیلنجیز کو قبول کرنا ہوگا، ورنہ حاشیہ ہمارا مقدر بن کر رہ جائے گا اور خود کو محسوس کر پانا بھی مشکل ہو جائے گا۔

غار حرا کی اہمیت سے کون ناواقف ہوسکتا ہے، جس کو سب سے پہلا مکتب ہونے کا شرف حاصل ہے۔اس مکتب کا پہلا متعلم خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو پہلا معلم خود خدا کی ذات بابرکات تھی۔پھر دھیرے دھیرے مکی زندگی میں تعلیم کا فروغ ہونے لگا، مدنی زندگی میں صفہ کا چبوترہ ہوا پھر مسجد نبوی کو بھی تعلیم کا مرکز بنا لیا گیا۔اور اس طرح سے مسجدوں ،مکتبوں، مدرسوں، دارالعلوم اور جامعات قیام عمل میں آئے۔پھر جب تعلیم کی مختلف شاخیں ہمارے سامنے مختلف صورتوں میں نکل کر سامنے آئیں تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان تعلیمی شعبوں کو الگ الگ اداروں میں تقسیم کیا جائے ،مثال کے طور پر دنیاوی تعلیم کے لیے اسکول، کالج وغیرہ کھولے گئے ،اور دینی تعلیم کے لیے مکتب جس میں ابتدائی تعلیم فراہم کی جاتی ہے، مدرسہ جو اوسط تعلیم اور دارالعلوم اعلیٰ تعلیم کے لیے خاص کر لیے گئے۔

جس طرح سے دار العلوم اور جامعات ہمارے لیے ضروری ہیں اسی طرح مکاتب کی تعلیم اور اس کا وجود بھی نہایت ضروری ہے۔حضرت حسنؓ فرماتے ہیں کہ،"بچپن

میں علم کی تحصیل پتھر کی لکیر کے مانند ہوتی ہے''۔(علی ندوی.۲۰۱۱ص:۸۱) اس سے ہمیں ابتدائی دینی تعلیم کی ضرورت واہمیت کا پتہ چلتا ہے نیز مکتبی تعلیم کو درست کرنا اور آسان بنانا بھی ہماری اولین ذمہ داری ہے۔ ہمارے مکاتب کے حالات اتنے خراب ہونے کے باوجود ان کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں جاتی ہے نہ کمیٹی ، نہ مدرس ، نہ والدین اور نہ ہی قوم کے دیگر ذمہ داران حضرات کی۔ لہٰذا زمانے کے لحاظ سے مکاتب میں اصلاحات کرنے کی ضرورت ہے۔

مکتبی تعلیم میں جن اصلاحات کی ضرورت ہے ان میں سے چند یہاں الگ الگ ذکر کیا گیا ہے ، جیسے کہ مکتبی نصاب ، نظام الاوقات ، داخلہ کا نظام ، استاد اور اس کی تعلیمی لیاقت ، دیگر سرگرمی میں حصہ داری ، آمدنی و اخراجات ، کمیٹی ، عوام اور والدین کی ذمہ داری ، ٹیسٹ اور امتحانات وغیرہ ، ان کے علاوہ اور بھی چند موضوعات کو مختصر انداز میں پیش کر دیا گیا ہے ، تاکہ ان کی روشنی میں عصر حاضر کے تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے مکاتب کی تعلیم کو بہتر اور آسان بنایا جا سکے۔ اِن آنے والے صفحات میں کچھ باتیں تو وہی ہیں جو مکاتب میں رائج ہیں بس ان کو ایک ترتیب اور منظّم طریقہ دے دیا گیا ہے۔ اور چند باتیں نئی ہیں جن کو مکاتب میں شامل کرنا فائدے سے خالی نہیں ہوگا۔

نصاب

اچھی تعلیم کے فروغ میں آسان اور بہترین کتابوں کا نصاب میں شامل کرنا بہت ضروری ہوتا ہے۔ مکتب کی تعلیم عمومی طور پر عربی ، (قرآن پڑھنے کے لیے) اردو پڑھنا ، دینیات مع اخلاقیات ، اور خوش خطی پر مشتمل ہوتا ہے۔

عربی

ہمارے مکاتب کے اندر قرآن پڑھانے کے لیے جو کتابیں ہوتی ہیں وہ بچوں کے اوپر منحصر ہوا کرتی ہے جو بچہ جیسی کتاب لائے اس کو اسی کتاب سے پڑھا دیا جاتا ہے الاماشاء اللہ، ہر مکتب کے اندر اپنی کوئی ایک کتاب مقرر کر لی جائے جیسے بغدادی قاعدہ ،نورانی قاعدہ،عم پارہ،قرآن مجید،اس کے بعد کچھ سورتیں حفظ کرائی جائیں جیسے سورۃ فاتحہ،سورۃ رحمٰن ،سورۃ یٰسن ،سورۃ ملک اور ۳۰واں پارا سے آخر کی ۲۰ سورتیں ۔ نیز سورتوں کے علاوہ کچھ پاروں کو بھی شامل کر لیں جو ترجمہ کے ساتھ نصاب میں شامل ہوں مثلاً پہلا اور ۳۰واں پارہ۔ لڑکیوں کے لیے مزید سورۃ نور کو بھی شامل کر لی جائے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سورۃ نور اور آیۃ الکرسی کے بارے میں فرمایا ”سورۃ نور اور آیۃ الکرسی خود بھی سیکھو اور اپنی عورتوں کو بھی سکھاؤ“۔(نواز.۲۰۰۱ص:۲۰) اور اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے اس سورۃ کو عورتوں کو سکھانا واجب فرمایا تھا۔قرآن کو تراجم کے ساتھ پڑھانے سے بچوں کے اندر قرآن خوانی کے ساتھ قرآن فہمی کا بھی شوق پیدا ہوگا۔ پھر بچوں کو پہلے ہی دن سے معروف اور مخارج کی صحیح درستگی کے ساتھ قرآن پڑھایا جائے۔

بچوں کو قاری بنانا ضروری نہیں مگر مخارج کی ادائیگی کے ساتھ قرآن پڑھنا واجب وضروری ہے۔اسی کے متعلق علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ: ”تجوید کا حاصل کرنا واجب ہے اور جو اس کے ساتھ قرآن نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے“۔(الصبیح تھانوی.۲۰۰۷ص:۱۶) اس کے لیے کچھ قواعد سمجھا کر یاد کرانے کی ترکیب بنالی جائے۔مخارج کے لیے روزانہ دس سے پندرہ منٹ مخارج کی مشق کرائی جائے۔مشق اجتماعی ہو اور ہر روز ہو تو بہتر ورنہ انفرادی بھی ہوسکتا ہے اور ہفتہ میں ۳ دن ضرور رکھی جائے۔انفرادی میں جب بچہ سبق پڑھنے کے لیے

آ ئے تو سبق پڑھانے سے قبل اس کے ضمن میں جو قواعد آتے ہوں ان کو اچھی طرح سمجھا دیا جائے ،اس کے لیے اگر وائٹ بورڈ یا ڈیجیٹل طریقہ کی ذریعہ ضرورت ہو تو اس کا استعمال کیا جائے اور ہر سبق اور ہر قواعد بچوں کو اچھی طرح سمجھ میں آ جانے کے بعد ہی اس کا آ گے بڑھایا جائے۔ایک قاعدہ ضروری نہیں کہ ایک دن میں بچے یاد کر لیں بلکہ اگر ایک قاعدہ میں ایک ہفتہ بھی لگ جائے تو بھی کافی ہے مگر ازبر یاد ہونے چاہیے۔اس طرح سے ایک ماہ میں ۴ قواعد یاد ہو جائے گا اور ایک سال میں ۴۸ قواعد یاد کرائے جاسکتے ہیں مگر اتنے قواعد ضروری نہیں ہوتے ہیں (مدنی قاعدہ جو دعوت اسلامی چلاتی ہے اس کے پہلے صفحہ پر جو قواعد موجود ہیں وہ ۱۵ ہی ہیں) کسی میں ۱۵، کسی میں ۲۰ یا ۲۵ قواعد ہوتے ہیں جو بچوں کی مخارج کو ٹھیک سے ادا کرنے اور درست قرآن پڑھنے میں مدد فراہم کرتے ہیں۔

قاعدہ سے لے کر قرآن تک ایک وقت مقرر کر دی جائے کہ کتنے مہینے تک کون سی کتاب چلے گی اور اس طرح ایک یا ڈیڑھ سال میں قرآن پڑھائے جاسکتے ہیں۔ وقت مقرر کر دینے اور اسی مقررہ اوقات کے حساب سے کتابیں پڑھانے میں بچے اور استاد دونوں کے لیے آسانی ہو جائے گی،اس کے علاوہ وقت کی بچت ہوگی۔وقت سے کتاب ختم کرنے کی فکر ہوگی اور بچے کے ذہنی معیار کا پتہ چل سکے گا ورنہ استاد کو خود پتہ نہیں ہوگا کہ ایک کتاب کو ختم کرنے میں ایک بچہ کو کتنا وقت درکار ہوتی ہوگی۔ وقت بچنے کی صورت میں بچے کو کچھ نئی چیزیں سکھانے پڑھانے کے لیے کام میں لائے جاسکتے ہیں۔مگر یاد رہے کہ وقت کو مقرر کرنے کی صورت میں جلد بازی کا مظاہرہ بالکل بھی نہ کریں ورنہ جلد بازی سے سارا کام خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

عربی کی تمام کتابوں کو پڑھانے کے درمیان کچھ باتوں کو ذہن میں رکھنا ضروری

ہے

☆ ہر وقت یہ ذہن میں رہے کہ میں خدا کا کلام بچوں کو پڑھاتا ہوں اس سے دل میں اخلاص اور جذبہ ہر وقت موجود رہے گا۔

☆ قرآن کو پڑھاتے وقت چہرہ پر مایوسی اور اداسی بالکل نہ لائیں، خوش باش انداز میں قرآن کی تعلیم دی جائے۔

☆ قرآن والے بچوں کے لیے الگ نشست رکھی جائے اور باقی کتاب کے بچوں کے لیے الگ الگ نششتیں ہوں تو بہتر ہوگا

☆ قرآن کا ادب ہر حال میں کیا جائے اور بچوں کو سکھایا اور بتایا جائے۔

☆ صرف کتاب سے پڑھانے کا ذریعہ نہ بنایا جائے بلکہ جدید طریقہ اور دیگر ذرائع کا بھی استعمال کی جائے۔

اردو

زبانیں کاٹ کر رکھ لی گئی ہیں خنجر سے۔ میاں الفاظ سے رس کون گھولے گا۔
ہمارے قوم کے بچوں کو انگلش سے محبت ہے۔ ہمیں ڈر ہے مستقبل میں اردو کون بولے گا۔

یہ ایک شعر ہے جو ہماری حقیقت کی عکاسی کرتا ہے۔ اور یہ سچ ہے کہ اردو پڑھنے والوں کی تعداد دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔ اس میں مکاتب کا بھی حال کچھ ایسا ہی ہے جس میں اردو کی تعلیم یا تو ہے ہی نہیں اور اگر کہیں ہے بھی تو بس رسمی طور پر پڑھا دی جاتی ہے ۔اردو زبان کی ایک اپنی حیثیت ہے۔ اس کی ضرورت سے ہم منکر نہیں ہو سکتے اور نہ ہی اس کو اپنی درس گاہوں سے ختم کر سکتے ہیں تو اس کی تعلیم سے کیسے منحرف ہو سکتے ہیں ۔عربی

کتاب کی طرح اردو کے لیے بھی کوئی ایک کتاب متعین کر لی جائے جیسے (کسی مکتب میں اردو زبان کی کتاب پہلی سے چوتھی تک نصاب میں شامل ہے) مولانا بدرالدین احمد کی کتاب تعمیر ادب قاعدہ سے تیسری جماعت تک لگا دی جائے۔ اگر صحیح طریقہ سے یہی تین چار کتابیں نصاب میں شامل رکھ کر بچوں کو پڑھا دیا جائے تو اتنی ہی کتابوں سے بچے اچھی طرح اردو پڑھنا سیکھ جائیں گے۔ عربی کو اچھی طرح پڑھانے سے کچھ اردو میں بھی بچوں کو مدد مل جاتی ہے۔ اردو کے لیے ہفتہ میں پانچ دن رکھا جائے۔ اس کے لیے کچھ بنیادی اور ضروری قواعد بورڈ کے ذریعہ بتا کر لکھوا دیا جائے اور ان کو یاد کرنے کے لیے دے دیے جائیں۔ سبق کو اجتماعی طور پر پڑھایا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا اس سے زیادہ وقت صرف نہیں ہوگا۔ سبق کو پڑھانے کے بعد باری باری چند بچوں کو انفرادی طور پر کھڑا کرا کر سن لیا جائے تا کہ سبق ہر بچے کے ذہن میں اچھی طرح بیٹھ جائے۔ اجتماعی اسباق میں کند ذہن بچوں پہ خاص توجہ دینے کی کی ضرورت پڑتی ہے لہٰذا ان بچوں کے اوپر اساتذہ خاص توجہ دیں۔ ان کے علاوہ اور بھی پڑھانے کا جو بہتر انداز ہو تو وہ انداز اور طریقہ اپنایا جائے تا کہ تعلیم و تعلم کو بہتر اور آسان سے آسان تر بنایا جا سکے۔

جب بچہ دوسری جماعت کی کتاب پڑھنے لگے تو اسی کتاب کا وہ چیپٹر جس میں کہانی، واقعہ یا اخلاقیات کا ذکر ہو اس چیپٹر کو پورا زبانی یاد کرائی جائے اور اسی کو بزم یا انجمن میں پڑھنے کو کہا جائے تا کہ بچہ تقریر کرنا یا اپنی بات دوسروں تک پہونچانے کا فن بھی سیکھتا رہے۔ اردو اچھی طرح پڑھنے والے بچہ کو قرآن کے اردو ترجمہ پڑھائی جائے اور اس کو ترغیب دی جائے کہ وہ گھر پر بھی کم سے کم ۳ آیت مع ترجمہ تلاوت کیا کرے تا کہ قرآن کو سمجھنے کی بھی عادت لگے ورنہ پھر خالی تلاوت رہ جائے گی قرآن سے نصیحت اور اس سے

احکام کچھ بھی نہیں سیکھ پائے گا۔

تیسرے درجہ کی کتاب پڑھا دینے کے بعد یا جب اچھی طرح بچے اردو پڑھنا سیکھ جائیں تو اس کے بعد عقائد اور علوم و فرائض پر کتابیں شاملِ نصاب کی جائے جیسے عقائد کے لیے 'کتاب العقائد'، علوم فرائض کے لیے 'انوار شریعت' اور لڑکیوں کے لیے 'عورتوں کی نماز' وغیرہ یا اپنے حساب سے جو بہتر مصنف کی کتاب آسان ہو وہ شامل کر لی جائے۔ان کتابوں کو زبانی یاد کرائی جائے اس سے قبل سبق کو اچھی طرح سمجھا دی جائے۔ذہن میں بات آجانے کے بعد یاد کرنا آسان ہو جاتا ہے۔مسئلہ مسائل کے لیے عملی طور پر ہفتہ میں ایک دن بچوں سے کرائی جائے یہ بچوں کو سمجھانے کا سب سے آسان طریقہ ہے۔

اردو پڑھانے میں چند باتوں کا ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے

☆ اردو کے قواعد بورڈ کے ذریعہ، کتاب میں تصویر کے ذریعہ یا ڈیجیٹل طریقہ سے بچوں کو اچھی طرح سمجھا دینا چاہیے۔

☆ ہر سبق کو ایک یا دو بار پڑھا دیا جائے اور ایک دو بار بچوں سے بھی پڑھوایا جائے تا کہ پتہ چل سکے کہ کون بچہ کہاں تک آسانی سے سمجھ کر یاد کر پا رہا ہے۔

☆ سبق میں آنے والے ضروری الفاظ و معانی یاد کرا دی جائے اور بول چال میں ان الفاظ کو استعمال کرنے کی ترغیب دی جائے

☆ اردو میں دیے گیے سوالات کو لکھوا کر یاد کرا دی جائے اور انہیں بنیاد پر ان کا امتحان لیا جائے۔

☆سب بچوں کے پاس اپنی کتاب ہو اور اپنی ہی کتاب سے پڑھیں۔

☆دوسروں کی کتاب سے پڑھنے سے منع کی جائے ورنہ سبق ادھر اُدھر ہو جانے کا خوف یا کتاب گُم ہونے یا پھٹ جانے کا اندیشہ زیادہ رہتا ہے۔

☆اردو یا اس کے علاوہ دوسری کتاب سمجھ سمجھ کر پڑھنے اور پڑھانے کی ترغیب دلائی جائے حتی الامکان رٹا کر پڑھنے پڑھانے کی عادت نہ ڈالیں۔

☆اردو پڑھانے میں بھی تلفظ کا خاص خیال رکھا جائے جیسے (ج، ز، س، ش، ک، ق وغیرہ)

☆ممکن ہو تو بچوں کے لیے اردو ماہ نامہ جاری کرادی جائے اوران سے پڑھوانے کی بھی ترکیب رکھی جائے۔ یہ کام لمبی چھٹیوں میں لیا جا سکتا ہے مثلاً ایک ہفتہ یا دس دن یا رمضان کی چھٹیوں میں کافی مفید ثابت ہوگا۔

دینیات

عربی اردو یہ دونوں زبانیں ہیں۔ عربی قرآن خوانی کے لیئے اردو قرآن فہمی کے لیے مکتبوں میں پڑھائے جاتے ہیں ان دونوں کے ساتھ ساتھ دینیات کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے جس سے مکاتب کو اس سے روگردانی کرنا ناممکن ہے۔ دینیات کا علم ہمارے قوم کے بچوں کے لیے بہت ہی ضروری ہے ۔اس کے ذریعہ بچہ دعائیں ، عقائد، اخلاقیات، علوم وفرائض کی سطحی معلومات حاصل کر لیتا ہے۔ اس موضوع کے لیے اگر مکاتب میں بچہ کی عمر کے حساب سے اگر تحریری شکل میں تیار کرا لے تو بہتر، ورنہ کوئی اچھی کتاب شامل کر لے۔ طلعت عزیز اپنی کتاب 'تعلیمی نفسیات' میں لکھتی ہیں ''ہر مضمون میں کیا اور کتنا مواد فراہم کیا جائے جو بچوں کے ذہن کے لیے ناکافی بھی نہ ہو اور بوجھ بھی نہ

بنے یعنی بچوں کی دلچسپی اور جذب کرنے کی صلاحیت کو مد نظر رکھنا چاہیے''۔(عزیز،۲۰۲۰ص:۸) (اس پر دعوت اسلامی کی کتاب ''اسلام کی بنیادی باتیں اول حصہ'' لگایا جاسکتا ہے) یا اسی طرح سے اپنا نصاب تیار کرلیا جائے مثلاً بغدادی قاعدہ والوں کے لیے دو کلمے معانی کے ساتھ، اخلاقیات پر پانچ باتیں، اور پانچ باتیں عقائد وغیرہ پر۔اسلامی مہینوں کے نام، ہفتوں کے نام اور نبیوں، صحابیوں کے نام کا اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے (ﷺ و رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین)۔

اس کو چھٹی سے ۱۰، ۱۵ منٹ پہلے کھڑا کرا کرا اجتماعی طور پر پڑھایا جائے۔ان کو نورانی قاعدہ تک شامل کرسکتے ہیں، یا ایک مہینہ تک مسلسل پڑھائی جائے تو بہتر نتائج نکل سکتے ہیں اگر اکثر بچے یاد کرلیں تو آگے بڑھادی جائے ورنہ دو یا تین مہینہ تک رکھا جائے ۔آگے بڑھانے کے لیے امتحان یا ٹیسٹ کرائی جائے۔

دوسرے مرحلہ میں تیسرا و چوتھا کلمہ مع ترجمہ، پانچ اخلاقی باتیں، پانچ عقائد، اور پانچ حدیثیں شامل کی جائیں۔اس کو مکمل کرنے کے بعد امتحان رکھی جائے۔تیسری صورت میں پانچواں و چھٹا کلمہ مع ترجمہ، پانچ احادیث، عربی متن اردو ترجمہ کے ساتھ، اور نماز کے فرائض و واجبات رکھا جائے۔اس کے بعد عموماً بچے اردو بڑھنے لگ جائیں گے لہٰذا اب ان کے لیے کتابیں جاری کی جائے۔(اس کے لیے اردو کے باب میں بیان کردیا گیا ہے)اس کے لیے ایک کتاب ''نورانی تعلیم'' سوال و جواب کی شکل میں کئی درجوں پر مشتمل ''مفتی جلال الدین'' کی تصنیف کردہ کتاب کو لگایا جاسکتا ہے۔

آپ ﷺ نے نسل نو کی تعلیم کے ساتھ تربیت کا بھی اہتمام فرمایا تھا۔آپ نے فرمایا کہ'' اپنی اولاد کی عزت کرو اور انہیں بہترین آداب سیکھاؤ''۔آپ ﷺ نے علوم

فرائض کے لیے بھی استاد مقرر کئے تھے جس میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ علوم فرائض کے استاد تھے۔(نواز.۲۰۰۱ص:۲۷) دینیات کے نصاب میں اخلاقی تعلیمات کے ساتھ ساتھ حرام وحلال، جائز وناجائز، نماز کی تعداد، فرائض وواجبات، غسل کے فرائض اور طریقہ، پاکی ناپاکی کا بیان، روزہ کے بارے میں، حج وعمرہ کے فرائض وواجبات، اور عقائد وایمان کی بنیادی باتیں بچوں کے لیے نصاب میں شامل کرنی چاہیے۔

دینیات کے لیے کچھ ضروری ہدایات

☆ جو بھی دعا وغیرہ یاد کرائی جائے تو اس میں مخارج اور معروف ومجھول کا خاص خیال رکھا جائے

☆ دعا ازبر یاد ہو جانے کی ہی صورت میں اگلا دعا یاد کرنے کو دی جائے

☆ تمام دعائیں اجتماعی اور انفرادی طور پر یاد کرانے کی ترکیب رکھی جائے اور ہر حال میں ترجمہ بھی ساتھ میں یاد کرائی جائے

☆ اجتماعی دعا کے لیے چھٹی سے ۱۵، ۲۰ منٹ پہلے کا وقت رکھا جائے

☆ انفرادی دعا کے لیے ہفتہ میں تین دن رکھا جائے تو بہتر ہے یا اپنی سہولت پر

☆ دعا کے وقت استاد کا اپنی درسگاہ میں موجود رہنا ضروری ہے ورنہ غیر حاضری کی صورت میں ان کی پڑھائی سے توجہ ہٹ جائے گی۔

خوش خطی

لکھنے کا ہنر ہر دور میں پڑھائی کے ساتھ ہی رہا ہے، آپ ﷺ نے صفہ میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ لکھنے کا باقاعدہ انتظام فرمایا تھا، اس کام کے لیے حضرت عبادہ بن الصامت انصاری کو مقرر کیا تھا جو اصحاب صفہ کو لکھنا سکھاتے تھے۔ قرآن کو تحریر کرنے کے لیے لکھنے

والے کی ضرورت پیش آئی۔ آپ نے قلم کی اہمیت اور لکھنے کی تحریک کو اس طرح سے عام کیا کہ آج پوری انسانیت اس احسان کے زیر بار ہے۔ (نواز ۲۰۰۱ ص: ۳۴۳) مکتبوں کے اندر لکھنے کا رواج یا تو بالکل بھی نہیں ہے یا کہیں ہے تو بس خانہ پری کرنے کے لیے ہے۔ ہمیں اس پر کافی سنجیدہ عمل اختیار کرنا چاہیے اور اس کو بھی نصاب میں شامل کرنا لازم و ضروری قرار دینا چاہیے۔ جس دن بچہ کا قدم مکتب میں پہونچے اسی دن سے اس کو قلم پکڑا دینا چاہیے۔

اس کام کو عمل میں لانے کے لیے بچہ کی عمر اور اس کی صلاحیت کے اعتبار سے نصاب بنائی جائے جیسے اردو قاعدہ پڑھنے والے بچے کے لیے ایک حرفی مشق روزانہ دی جائے، پہلے ایک ایک حرف کی مشق پھر ایک سے زائد حرفوں کا مشق مفرد حرفوں سے، اس عمل کو تین ماہ تک رکھا جائے، اس کے بعد دو حرفی کلمات کو شامل کر لیا جائے اب مشق کے ساتھ نقل بھی دی جائے، نقل کے لیے وہی لکھنے کو دی جائے جو اس کا اردو کا سبق ہو اس سے ایک ساتھ دو کام بچہ کر سکتا ہے ایک لکھنا ساتھ میں سبق بھی پڑھنا۔ اسی طرح دھیرے دھیرے دو حرفی سے سہ حرفی کلمات لکھنے کو دیے جائیں، ہفتہ میں چھ دن مشق اور نقل دی جائے اور جب بچہ چھوٹے چھوٹے جملے پڑھنے لگ جائے تو اب اس سے املا لکھوائی جائے۔ املا کے لیے ہفتہ میں دو یا تین دن مقرر کر دی جائے۔ املا کے لیے سب سے آسان سا طریقہ یہ ہے کہ جو چیپٹر لکھوانا ہو وہ بچہ کا سبق بھی ہو اور اسی کو ہوم ورک کے لیئے نقل دی جائے تا کہ پورا چیپٹر ذہن میں بیٹھ جائے پھر اسی کو اگلے دن املا لکھوائی جائے۔ املا کی شروعات کے لیے پہلے مفردات حروف لکھوائی جائے پھر دو حرفی کلمات پھر چھوٹے چھوٹے کلمات۔ بچوں کو مشق، نقل یا املا لکھاتے وقت ساتھ ساتھ تاریخ اور بچہ کا نام اور اگر درجہ ہو تو درجہ کا نام بھی لکھوائی جائے۔

خوش خطی میں عموماً تین چیزیں ہوتی ہیں (۱) مشق (۲) نقل (۳) اور املا۔ مشق اردو کا قاعدہ پڑھنے والے کے لیے ہو، پھر جب وہ ایک کا قاعدہ پکڑ لے تو مشق کے ساتھ نقل رکھی جائے اور ضرورت ہونے پر اسی کتاب سے ایک حرفی پھر دو حرفی کلمات سے املا لکھوائی جائے۔ اور یہ خوش خطی کے لیئے دوسرا طریقہ ہے۔ جب بچے املا لکھنا اچھی طرح جان لیں تو ان کو چھوٹے چھوٹے پیرا گراف کہانی یا موجودہ مسائل پر مقالہ لکھوائی جائے اور پھر مقالہ نگاری کا مقابلہ کرائی جائے، اس کے ذریعہ سے بچے کے اندر مضمون نگاری کی صلاحیت پیدا ہوگی۔

خوش خطی میں کچھ احتیاط برتنے والی چیزیں

☆ خوش خطی کے لیے اردو کی نوٹ بک ہو تو بہتر ہے

☆ خوش خطی کے سارے سامان بچہ کے پاس ہونے چاہیے جیسے (کاپی، شوپنر، پنسل اور اریزر وغیرہ) دوسرے کا سامان لینے یا مانگ کر کام چلانے سے حتی الامکان بچایا جائے

☆ بچوں کو تاکید کرتے رہیں کہ وہ اپنا ہوم ورک خود ہی سے کریں کسی اور سے کام نہ کرائیں

☆ ضرورت پڑنے پر مشکل حرف یا لفظ کو استاد ہاتھ پکڑا کر لکھوا دیا کرے اس سے بچہ کا حوصلہ بڑھے گا

☆ ہر دن کی کاپی اور ہر کسی کی کاپی صحیح سے چیک کی جائے۔ نقل وغیرہ نہ لکھنے کی صورت میں بچہ کو تنبیہ کی جائے۔

مکمل نصاب کا اجمالی خاکہ

قرآن کریم	قاعدہ	مکمل نورانی قاعدہ، مع ضروری قواعد اور مشق
قرآن کریم	ناظرہ	ناظرہ قرآن کریم مکمل مع مخارج وضروری قواعد
قرآن کریم	حفظ سورۃ	سورہ فاتحہ، ملک، رحمان، یٰس، آیت الکرسی اور عم پارہ نصف اخیر (زبانی)
ایمانیات	اسمائے حسنیٰ	اللہ پاک کے ۹۹ نام مع ان کے تراجم (زبانی)
ایمانیات	عقائد	۵ کلمے، ایمان مجمل ومفصل مع ترجمہ، عقائد کی درستگی کے متعلق اہم اور بنیادی باتیں (زبانی)
عبادات	طہارت ونماز	استنجاء، وضو، غسل اور کپڑا پاک کرنے کا طریقہ، پاکی ناپاکی کا بیان زبانی اور حسب ضرورت عملی مشق
عبادات	طہارت ونماز	نماز کا مکمل بیان اور اس کے تفصیلی احکام، زکوٰۃ، روزہ، حج اور اعتکاف کے تفصیلی احکام اور بنیادی مسائل
احادیث	قرآن واحادیث	(۱۳) مشہور قرآنی دعائیں (۴۰) احادیث شریف ترجمہ کے ساتھ (حفظ)
مذکور دعائیں	مسنون دعائیں	مختلف مواقع اور اوقات میں پڑھی جانے والی منقول ۵۰ مسنون دعائیں (حفظ)

سیرت	سیرت	نبی کریم ﷺ کی پیدائش سے وفات تک مبارک زندگی اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی کے مختصر حالات
اسلامی معلومات	اسلامی معلومات	دین اسلام ،اسلامی شخصیات ،اور مشہور اسلامی حکومت کے بانیان سے متعلق اہم معلومات
اخلاقیات	اخلاق و آداب	اسلامی طرز زندگی ،اخلاق و آداب اور روزمرہ کی سنتوں پر مشتمل ۴۰ اسباق
زبان	عربی	عربی میں گنتی، دنوں اور مہینوں کے نام روزمرہ مستعمل اشیاء کے نام ور چھوٹے چھوٹے جملے گفتگو
زبان	اردو	اردو زبان ابتدا سے پڑھنا اور نقل واملا لکھنا الفاظ ومعانی حفظ کرانا اور ان کا استعمال ،انبیاء علیہم السلام کے واقعات

نوٹ ۔ مذکورہ بالا نصابی خاکہ (مکتب کا ا نظام و نصاب اور عملی تربیت ،جمع ترتیب علمائے کرام مکتب تعلیم القرآن الکریم پاکستان) سے اخذ کیا گیا ہے۔اس میں میں نے اپنے حساب سے کچھ حذف اضافہ کے ساتھ خاکے کو پیش کیا ہے۔جو پیچھے تفصیل سے نصاب بتایا گیا اس میں اور اس خاکے میں کچھ کچھ چیزیں مختلف ہوسکتی ہیں اس سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے جو بہتر اور آسان آپ کے مکتب کے کے لیے ہو اس کو عمل میں لانے کی کوشش کریں۔

ہم نصابی سرگرمی (Co-curricular activity)

اوپر ان باتوں کا ذکر کیا گیا ہے جو موجودہ مکاتب میں عموماً کسی نہ کسی صورتمیں چلتا آرہا ہے۔ہمیں کتابوں کے علاوہ بچوں کو حفظان صحت کے لیے اور جسمانی و ذہنیو رزش کے لیے ہم نصابی سرگرمی کو نصاب میں شامل کرنا بہت ضروری ہے۔آپ ﷺ نےکتابی علوم کے ساتھ عملی اور تفریحی تعلیم کا بندو بست کیا تھا جس میں المزاح (the humor)،تقریری مقابلہ،ادب وشاعری،دوڑیں(Races)،المصارعت (کشتی)،گھڑ سواری،تیراندازی اور تیراکی وغیرہ شامل تھے۔(نواز ا۲۰۰۱ص:۲۷،۲۸،۲۹،۳۰)

اس حدیث سے ہمیں صحت جیسی عظیم نعمت کا پتہ چلتا ہےتو دوسری طرف اس کی حفاظت کا بھی اندازہ لگتا ہے کہ کتنا اہم ہے اس نعمت کی حفاظت کرنا۔اس کے لیے سب سے پہلے مکتب میں کشادہ جگہ ہو یا آس پاس محفوظ اور خالی جگہ ہو جہاں پر یہ کام آسانی سے لیا جا سکے۔بچوں کی دل چسپی اور جنس(male,female) کے حساب سے کھیل کود کا تعین کیا جائے جیسے لڑکیوں کے لیے رسی،کھوکھو،بیڈمنٹن وغیرہ،اورلڑکوں کے لیے دوڑ،والی بال،کریکیٹ،پھٹ بال وغیرہ۔

کھیل کود کا ہر دن ہونا ضروری نہیں بلکہ مہینہ میں ایک یا دو بار کم سے کم رکھی جا سکتی ہے۔اگر گیم یا کھیل اور ان کے مقابلہ کے لیے مہینہ کے حساب سے الگ الگ تقسیم کر دیا جائے تو سب کے لیے اور سب دن کے لیے آسانی ہو جائے گی۔مثال کے طور پر بارہ مہینوں میں کم سے کم گیارہ کھیل اور ان کا مقابلہ فکس کر لی جائے۔کھیل کود کے مقابلہ کے علاوہ فن،آرٹ،نعت وتقریر اور پینٹنگ کے مقابلے کرائے جائیں۔یہ تمام مقابلہ درجہ کے

حساب سے تقسیم کرا کے ٹیم بنا دی جائے ،مقابلہ جیتنے والی ٹیم کی حوصلہ افزائی کے لیے انعامات تقسیم کرائی جائے۔کھیل کود کے ذریعہ سے بچوں کے اندر جسمانی اور ذہنی ترقی کرانے میں مدد فراہم کی جاسکتی ہے۔

مکتبوں میں ہم نصابی سرگرمی کو شامل کرنا اس وقت بہت ہی ضروری ہے اس سے مکتبی تعلیم کی ترقی میں ہم مدد کر سکتے ہیں،اس کے ذریعہ سے بچوں کی دلچسپی بڑھے گی ،وہ شوق سے مکتب آئیں گے اور اپنے دوسرے دوستوں کو بھی ساتھ لائیں گے۔آج اسکولوں میں مہنگی فیس کے بعد بھی والدین شوق سے داخلہ کراتے ہیں اس لیے کہ اسکولوں کے اندر ہم نصابی سرگرمی یعنی کھیل کے ذریعے بچوں کو تعلیم دینے پر پورا زور ہوتا ہے تو دوسری طرف مکتبوں میں اس کی عدم موجودگی کی وجہ سے کم فیس یا مفت تعلیم ہونے کے باوجود بچے مکتب نہیں پہونچ پا رہے ہیں اگر ہم نصابی سرگرمی کو مکاتب میں شامل کر دیا جائے تو کچھ حد تک مکاتب کے اندر اچھے نتائج دیکھنے کو مل سکتے ہیں۔

ہم نصابی سرگرمی کی چند احتیاطیں

☆ جو کھیل یا گیم کھیلانا ہو ان کے لوازمات مکتب میں موجود ہونی چاہیے

☆ بہتر ہو کہ کھیل کا انعقاد مہینے کے آخری دنوں میں ہو

☆ مقابلہ یا گیم کھیلانے سے قبل ضروری ہدایت بچوں کو دے دی جائے

☆ خیال رہے کہ مقابلہ میں ہار جیت جھگڑے کا سبب نہ بنے

☆ مقابلہ گروپ اور ٹیم کے ذریعہ ہو،اور ٹیم بناتے وقت درجہ اور عمر کا خاص خیال رکھا جائے

☆ ان تمام سرگرمیوں میں استاد کی موجودگی لازمی ہے ورنہ کھیل کا میدان جنگ کا میدان بن سکتا ہے

☆ہار جیت کی صورت میں ہر ٹیم کی حوصلہ افزائی غیر جانب داررہ کر کی جائے

☆ان تمام سرگرمیوں میں استاد کی دلچسپی ہونا ضروری ہے ،رسمی طور پر یا بے توجہی کی صورت میں سارا معاملہ خراب ہوسکتا ہے

☆ہر حال میں کھیل کود اور مقابلے کو انصاف اور درست انداز پر کرانے کی کوشش کی جائے۔

نظام الاوقات(Time Table)

وقت کی پابندی وقت کی قدر ہی کا ایک پہلو ہے ہمارے اپنے روزمرہ کے کاموں کے لیے اوقات کا مقرر کرنا ہماری شخصیت کی عکاسی کرتا ہے ۔ نبی ﷺ نے فرمایا کہ:"دو نعمتیں ایسی ہیں جن سے اکثر لوگ غافل ہوتے ہیں :صحت اور فرصت"۔(افروز قادری ۲۰۱۱.ص:۳۹) یہ کیسے ممکن ہوسکتا ہے کہ ایک مکتب ہواوراس مکتب کے بچوں سے لے کر اساتذہ تک کسی کے اندر وقت کی پابندی نہ ہو، مکاتب کے لیے اوقات کی پابندی یعنی آنا جانا، پڑھنا پڑھانا اور چھٹی وغیرہ سب کے لیے وقت مقرر کرنا ایک بہت ہی اہم مسئلہ ہے۔

مکتب کی تعلیم آج کل صبح کے وقت رکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا اس لیے کہ اب بچے صبح کے وقت اسکول جاتے ہیں لہٰذا مناسب وقت تبھی ہوگا جب اسکولوں کے بعد مکتب کا ٹائم رکھا جائے۔اس کے لیے صحیح وقت ظہر بعد یا مغرب بعد نہیں تو اپنے علاقہ اور شہر کے حساب سے

اوقات کو مقرر کر لیے جائیں۔اکثر اور مجموعی طور پر مکتب کا تعلیمی سلسلہ ایک سے ڈیڑھ گھنٹہ کا ہوتا ہے یا دو گھنٹہ۔کہیں تو کوئی وقت فکس نہیں جب آئے تب پڑھ لیا لہٰذا مکتب کا تعلیمی وقت اگر دو گھنٹہ رکھ دی جائے تو درست ہوگا اور دو گھنٹہ میں ان تمام کتابوں کو اچھی طرح سے

پڑھائی جا سکتی ہے۔ جتنے گھنٹہ کا کلاس مقرر ہو اس کا علم بچوں کے ساتھ والدین کو بھی ہونی چاہیے تاکہ والدین وقت کی پابندی کرانے میں مکتب کی مدد کریں۔ پہلے ہی دن سے بچے کو وقت کا پابند بنایا جائے استاد حضرات بھی اپنے وقت پر سارے ضروری یا غیر ضروری کام چھوڑ کر درسگاہ میں حاضر ہوں اور مکتب کے وقت تک پڑھنے پڑھانے میں مصروف رہے ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے تو بچے استاد بھی وقت کا خیال نہیں کرتے، جب دل کیا درسگاہ میں بیٹھا دل کیا پڑھایا دل کیا وقت سے پہلے چھٹی کر دی۔ میرے خیال سے جتنا وقت مکاتب میں برباد ہوتا ہے اتنا شاید ہی کسی اسکول میں ہوتا ہوگا۔

دو گھنٹہ کے کلاس کو کتب اور موضوعات کے حساب سے تقسیم کر لیے جائیں اور یکسوئی کے ساتھ تعلیم و تعلم کا کام انجام دیا جائے۔ درسگاہ میں فون کا استعمال بالکل بھی نہ کریں یا وقت کو یوں ہی برباد نہ کریں ایسی صورت میں آپ ایک مجرم ہی ہیں جو بچوں کی زندگی کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں۔ خدارا ہر استاد اپنی درسگاہ کے اوقات کی قدر کریں۔

دو گھنٹہ میں چار چیزیں پڑھانی ہے (عربی، اردو، دینیات اور نقل واملا) اس کے لیے وقت کو کئی حصوں میں بانٹ لیے جائیں مثلاً چالیس منٹ عربی کے لیے چالیس منٹ اردو کے لیے اور بیس منٹ دینیات اور بیس منٹ نقل واملا کے لیے انہیں میں سے کچھ منٹ حاضری لگانے کے لیے نکال لیے جائیں۔ جمعرات یا اتوار بزم وانجمن کے لیے رکھ لیے جائیں اس دن صرف عربی پڑھا دیا جائے اور بقیہ اوقات میں بچوں سے نعت و تقریر ، دعا اور احادیث سنے جائیں اور اخلاقی تعلیمات کے ذریعے تربیت بھی کی جائے۔

بزم کے لیے ایک ہفتہ پہلے سے سب کو کام بانٹ دیا جائے اور جس کو جس چیز میں شامل کرنا ہو اس کو اطلاع کر دی جائے تاکہ وہ اس کی تیاری صحیح سے کرنے لگ جائے

نام کی فہرست تیار ہونے کے بعد اسکو چسپا کر دیا جائے تا کہ سب کو اپنا کام ہر دن رمائنڈ ہوتا رہے۔استاد بزم میں بذات خود بڑھ چڑھ کر حصہ لے تا کہ بچے تعلیم کے ساتھ ساتھ اخلاق وآداب اور نعت پڑھنے کا فن بھی سیکھ سکیں۔

نظام الاوقات کے لیے کچھ اہم باتوں کی طرف توجہ

☆ ہر روز درسگاہ میں بیٹھنے سے پہلے بچوں کو وقت کی فضیلت اور اس کی قدر و قیمت پر ایک دو باتیں بتادی جائیں

☆ لیٹ لطیفی کرنے والے بچہ پر انفرادی کوشش کریں ورنہ دوسری صورت میں والدین سے رابطہ کریں اور مسئلہ کا بہتر حل نکالیں

☆ بچوں کو یہ بھی تاکید کریں کہ راستے میں آتے جاتے وقت کسی اجنبی سے نہ ملیں سیدھے گھر سے مکتب اور مکتب سے سیدھے گھر، راستہ میں کھیل تماشہ سے بچیں

☆ والدین کو گاہے بگاہے تلقین کرتے رہے کہ قت پر بچہ کو مکتب بھیجا کریں ورنہ تاخیر کی صورت میں باخبر کریں

☆ استاد وقت کی پابندی میں زیادہ مستعدی دکھائے

☆ ممکن ہو تو نظام الاوقات کو بڑے بینر پر پرنٹ کرا کے کلاس میں چسپا کرا دے تا کہ نظر پڑتی رہے

☆ بہتر تعلیم کے لیے کلاس میں بچوں کی تعداد کم رکھیں بیس یا پچیس تک

☆ زیادہ بچے ہونے کی صورت میں کلاس تقسیم کر دیں جیسے بغدادی قاعدہ والوں کی الگ کلاس، نورانی قاعدہ والوں کی الگ اسی طرح عم پارہ اور قرآن شریف والوں کی الگ الگ کلاس کر دیے جائیں

☆ مکتب کے وقت پر کسی بچے کو بلا وجہ مکتب سے باہر نہ جانے دیں۔

داخلہ کا نظام

مکتب میں پڑھنے والے بچوں کے لیئے اسکول کی طرح آسان داخلہ نظام بنالینا چاہیے۔اس کے لیے مکتب کو پہلے ہی سے تیاری کر لینی چاہیے جیسے داخلہ فارم، والدین اور بچوں سے متعلق چند مخصوص سوالات تیار کر لیے جائیں ۔اگر مکتب میں فیس آئی کارڈ، ڈریس، حجاب اور بستہ وغیرہ ہو تو اس کا بھی مجموعی حساب کتاب بنالینی چاہیے۔ان تمام باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے فارم تیار کرائے جائیں، داخلے کے وقت بچہ کے لیے کوئی سرکاری کاغذ نام کی درست سپیلنگ کے لیے رکھا جائے جیسے آدھار کارڈ یا برتھ سرٹیفیکیٹ وغیرہ۔

سب سے بڑا مسئلہ مکتب میں بچوں کا ہے جب تک بچے آئیں گے نہیں تب تک ان کا داخلہ ممکن ہی نہیں ہو پائے گا، لہٰذا چند کاموں کے ذریعہ اس مسئلہ کو حل کیا جا سکتا ہے۔

☆ مکتب کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو جمعہ کے خطبہ میں بیان کی جائے

☆ امام اور مدرس والدین سے انفرادی کوشش کے ذریعہ مکتب کی تعلیم کی طرف توجہ دلائیں

☆ پوسٹرس اور بینرس گلی اور سڑکوں پر چسپاں کر کے بھی اس کام کو پورا کیا جا سکتا ہے

☆ سب سے آسان طریقہ اور اثر دار گھر گھر جا کر اپنے مکتب کا تعارف کرائیں اور اپنے منصوبے سے گھر والوں کو آگاہ کریں۔

جو جو نئی باتیں آپ اپنے مکتب میں رکھنا چاہتے ہیں اس کو ہینڈ بل میں نکلوا لیں اور جمعہ کو مسجد کے باہر تقسیم کرا دیں کچھ خود رکھ لیں اور اسی کو گھر گھر جا کر ان کو سامنے پڑھ دیں، اس طریقہ سے بچوں کی تعداد میں یقینی طور پر اضافہ ہوگا۔اچھی تعلیم کرنے سے بھی

بچوں میں اضافہ ہوگا اور خراب تعلیم سے برکت زائل ہوگی، لہٰذا تعلیم کو بہتر بنانا ممکن کریں۔

داخلہ کے وقت بچے سے سابقہ پڑھی ہوئی کتابوں سے ٹیسٹ لیا جائے، نام والد کا نام پتہ اور دیگر چند سوالات پوچھ کر بچہ کی ذہنی کیفیت کا اندازہ لگایا جائے۔ اگر اس سے پہلے کہیں تعلیم حاصل کرتا ہو تو اس مکتب کے بارے میں بھی پوچھا جائے کہ اس کو چھوڑنے کی وجہ کیا ہے اور اس مکتب میں آنے کی خاص وجہ، تاکہ سابقہ مکتب کی غلطی سے خود کے مکتب کو بچایا جا سکے۔ والدین سے بھی چند سوالات کرے کہ جیسے بچہ کا ذہن، اس کا مزاج، اسکی شرارت اور شرافت کے بارے میں، بچہ کی پسند و ناپسند کے بارے میں۔ بچہ اور سرپرست باتیں ختم ہو جانے کے بعد اب آپ اپنے مکتب کے بارے میں نیز اس کی تعلیمی نظام کی تفصیلات کا ذکر کریں۔ کچھ باتوں کی تاکید بھی کر دیں جیسے پابندی سے مکتب بھیجنا، صاف صفائی، گھر پر ہوم ورک کرانے کی ترغیب اور چھٹیوں کی تفصیلات کا بھی ذکر کر دیں۔ کس جماعت میں بچہ پڑھنے کے قابل ہے اور کون کون سی کتابیں لگیں گی ان کو بتا دیے جائیں۔

داخلہ کے وقت کچھ خاص باتیں

☆ مکتب کا اپنا آفس ہو یا کوئی ایسی جگہ ہو جہاں والدین یا بچہ خود کو مطمئن محسوس کریں اور اطمینان سے سوال و جواب کریں اور گائڈ لائن کو بغور سن سمجھ سکے

☆ بچہ یا والدین سے سوال جواب کرتے وقت ڈانٹ ڈپٹ نہ کریں یا ایسی باتیں نہ بولے جس سے ان کا دل دکھے

☆ مایوس اور اداس ہو کر بچہ یا والدین سے باتیں نہ کریں یا بات بات پر چہرا نہ بگاڑیں بلکہ ہشاش بشاش کے ساتھ رہیں اور خندہ پیشانی سے پیش آئیں

☆ داخلہ کے لیے بچہ کی عمر کم سے کم اور زیادہ سے زیادہ مقرر کر لیں جیسے کم سے کم چار سال

زیادہ سے زیادہ بارہ سال تک

☆ داخلہ فارم کے علاوہ داخلہ رجسٹر بھی ہو جس میں بچوں کی ضروری معلومات درج کیئے جائیں جیسے فون نمبر پتہ وغیرہ۔

ڈریس آئی کارڈ اور دیگر لوازمات

اس موجودہ وقت میں مکتب کے اندر کچھ ایسی چیزیں شامل کرنا بہت ضروری ہے بچہ اور عوام وخواص پر کافی مثبت اثر انداز ہوں، لہٰذا ان لوازمات کو مکاتب میں شامل کرنا از حد ضروری ہے جیسے ڈریس، آئی کارڈ، بستہ، اسکارف، حجاب، ٹوپی یا عمامہ شریف وغیرہ۔ اس کے لیے کچھ پہلے سے تیاری ضروری ہے، مثلاً اگر مکتب خود ان تمام چیزوں کو فراہم کراتا ہو تو ڈریس کے لیے کپڑا اور اس کی سلائی تک سارا خرچ، اسی طرح آئی کارڈ کے لیے بچوں کی تفصیلات اور اسکی پرنٹنگ کا خرچ وغیرہ کو جان لینا ضروری ہوگا۔ ڈریس کے لیے کپڑا نہ زیادہ مہنگا ہو نہ ایک دم سستا بلکہ ایسا ہو کہ والدین اس کی قیمت کا بوجھ اٹھا سکیں اور کپڑا بھی بہتر رنگ کا ہو، سفید ہو تو اچھا ہے۔ لڑکیوں کے لیے حجاب اور لڑکوں کے لیے جبہ یا کرتا پاجامہ ہو۔ کپڑے کے رنگ سے میچنگ ٹوپی اور لڑکیوں کا اسکارف رکھا جائے۔ یہ سب یا ان جیسی دوسری چیزیں جتنی سستی ہوں اچھا ہے۔ والدین اور مکتب دونوں لے لیے اچھا ہوگا۔ آئی کارڈ کے لیے ایک الگ سے فارم تیار کیا جائے جس میں بچہ اور والد کا نام مع پتہ، فون نمبر، درجہ، مکتب کا نام پتہ وغیرہ شامل کرلیں۔ اگر ممکن ہو تو مکتب کا اپنا خود کا بستہ تیار کرالے اور بچوں کو کم قیمت پر فراہم کرائے۔

کچھ خاص باتیں اس کے ضمن میں

☆ کوشش کریں کہ یہ تمام چیزیں (ڈریس، آئی کارڈ وغیرہ) مکتب خود فراہم کرے والدین پر انحصار کرنے کی صورت میں کافی وقت لگ سکتا ہے

☆ آئی کارڈ اور ڈریس کا کام ایک ساتھ کرالیں اس صورت میں کم اخراجات بھی ہوں گے اور وقت کی کافی بچت بھی ہوگی

☆ بچے اور والدین سے ڈریس اور آئی کارڈ وغیرہ کی ہر دن پابندی کرانے کی تاکید کی جائے

☆ ان تمام چیزوں (ڈریس ،آئی کارڈ وغیرہ) کی حفاظت اور صفائی کی بچوں کو ہدایت دیتے رہے

استاد اور اس کی تعلیمی لیاقت

استاد نسل نو کو صحیح اور درست منزل تک پہونچانے میں نمایاں کردار ادا کرتا ہے، استاد قوم وملت کے سرمایہ کا محافظ ہوتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے خود کو معلم سے اپنا تعارف کرایا ہے۔آپ نے فرمایا ہے کہ ''میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں''۔(قاسمی ۲۰۲۰ ص:۲۴)استاد معاشرہ کی ترقی میں اہم رول ادا کرتا ہے، اس لیے ان پر ذمہ داریاں بہت ساری ہیں۔ استاد کی ذمہ داری ہے کہ طلبہ کو تعلیم کے ساتھ اس کی سیرت سازی پر بھی خاص توجہ دے۔ اگر استاد اپنی ذمہ داریوں کو ایمان داری اور بحسن وخوبی سے نہیں نبھاتا تو معاشرہ کا مستقبل تاریکیوں اور جہالت میں چلا جائے گا۔ دنیا کے بہت سارے شعبوں میں لوگ کام کرتے ہیں مگر دینی تعلیم ایک ایسا شعبہ ہے جس میں جان، دماغ اور یہاں تک کہ انسان کا خون تک گھلتا ہے۔(جمال ۲۰۱۵ ص:۲۱)

آج کے اس پر فتن دور میں جہاں بہت شعبہ انحطاط پزیر ہیں انہیں میں ہمارا مکتب بھی شامل ہے۔لہٰذا جتنا بڑا چیلینج ہوگا استاد کی ذمہ داریاں بھی بڑی اور وسیع ہوگی۔مکتب کے استاد کے لیے اتنا علم ہونا ضروری ہے جتنا مکتب میں ضرورت پڑنے والی ہے،جو علم جانتا ہو اس کو بچوں کو سمجھانے کا ہنر بھی رکھتا ہو اس لیے کہ بچپن میں بچوں کو جو تعلیم دے دی جائے اس کے اثرات بڑے گہرے ہوتے ہیں۔(ضیغم.۲۰۰۷ص،۲۴) مثال کے طور پر قرآن معروف اور مخارج کے ساتھ پڑھنا جانتا ہو اور اسی طرح پڑھانا بھی ورنہ اس کا معاملہ برعکس دیکھا گیا ہے۔اردو اچھا جانتا ہو لکھنے میں مہارت رکھتا ہو اور املا درست اور صحیح ہو۔دینیات میں مختلف دعاؤں کے ساتھ ان کے تراجم سے باخبر ہو،مسائل میں حرام وحلال،جائز وناجائز،سنت بدعت،اچھا برا،پاکی ناپاکی کا بخوبی علم رکھتا ہو۔مکتب کے استاد بننے کے لیے اتنی چیزیں کم سے کم آنی ہی چاہیے۔(یہ سب باتیں لکھنے کے لیے نہیں ہیں مگر مکتبوں میں دیکھا گیا ہے کہ استاد کو اتنا بھی علم نہیں ہوتا) ایک استاد کے اندر مذکورہ باتوں کے علاوہ اخلاقیات اور نفسیات کا علم ہونا بھی بہت ضروری ہے۔مکاتب کے زوال میں اخلاقیات سے لاعلمی ایک وجہ کے طور پر بھی شامل ہے۔ایمان ویقین کے بعد سب سے اہم اور ضروری چیز سیرت اور بلند اخلاق ہے اور انہیں دونوں سے قومیں دوسری قوموں سے ممتاز ہوتی ہیں۔(علی ندوی.۱۹۹۰ص،۲۶)

طلعت عزیز اپنی کتاب میں اس کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ ''اساتذہ کا تعلق بیک وقت ۳۵ سے ۴۰ بچوں سے ہوتا ہے اور یہ تمام بچے ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔وہ کون سے علاقے ہیں جہاں انفرادی فرق تعلیم کو متاثر کرتے ہیں۔طلبا کی ذہنی صلاحیتوں،دل چسپیوں،مہارتوں کے سیکھنے کے طریقے پر توجہ مرکوز کرنے کی صلاحیت ان میں پائے

جانے والے فرق تعلیمی نفسیات فراہم کراتی ہے''۔(عزیز:۲۰۲۰ص:۲۴) مکتب میں اکثر دیکھا جاتا ہے کہ استاد بچوں کو پڑھانے میں ایک ہی طریقہ استعمال کرتا آرہا ہے۔اگر اس طریقہ سے بچہ پڑھ لیا تو ٹھیک ورنہ دوسری صورت میں مارنا پیٹنا،ڈانٹ ڈپٹ اور سختی کا استعمال کرنے لگتا ہے، یہ سب سے غیر مہذب طریقہ ہے،عطیہ الابراشی اپنی کتاب 'فلسفہ تعلیم وتربیت' میں لکھتے ہیں کہ جو مدرسہ اطفال کی محبت سے خالی ہو وہ تلامذہ اور مدرسین کا اکھاڑہ بن جاتا ہے''۔آگے مزید لکھتے ہیں ''شروع میں بچے استاد سے محبت کرتے ہیں پھر جیسے جیسے ان کے قریب ہوتے ہیں اور ان کو پہچاننے لگتے ہیں ان سے دوری بنانے لگتے ہیں یہاں تک کہ مدرسہ جانے میں ہچکچانے لگتے ہیں''۔(الابراشی:۲۰۰۴ص:۲۵۹)

بچوں کی تعلیم وتربیت میں نصابی علم کے ساتھ ساتھ نفسیات کا علم بھی نہایت ضروری ہے۔اس کی ضرورت کو لکھنا طوالت سے خالی نہ ہوگا لہٰذا چند کتابوں کا ذکر کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔(۱) فلسفہ تعلیم وتربیت،تالیف محمد عطیہ الابراشی،مترجم،رئیس احمد جعفری۔(۲) فن تعلیم وتربیت،مصنف،افضل حسین۔(۳) تعلیمی نفسیات،مصنفہ طلعت عزیز۔

استاد کے لیے چند باتیں

☆ مدرس طلبہ سے اپنے بیٹوں، بھائیوں اور اپنے ماتحتوں کی طرح محبت کرے ان کے لیے ایسے فکر مند ہو جیسے اپنوں کے لیے رہتا ہے

☆ مدرس اور طلبہ کے درمیان روحانی تعلق ہونا چاہیے

☆ استاد اپنے طلبہ سے دوستوں کی طرح گھل مل کر رہے

☆ استاد کو اپنے وقت کا خاص خیال رکھنا چاہیے،مثال کے طور پر استاد اگر پانچ منٹ کلاس

میں دیر سے آتا ہے اور کلاس میں ۴۰ بچے ہیں تو صرف پانچ منٹ کا نقصان نہیں ہوگا بلکہ دو سومنٹ کا نقصان ہوگا۔

☆ درسگاہ میں استاد کا چہرا ہشاش بشاش اور مسکراتا ہوا ہو

☆ گھر کا، دوستوں کا، اور معاشرہ کا غصہ ہرگز درس گاہ میں بچوں پر نہ اتاریں

☆ درسگاہ میں اچھے کپڑے پہنے اور اچھے انداز میں بیٹھا کرے، پان گٹکا، بیڑی، سگریٹ کا قطعی استعمال نہ کرے اور نہ ہی ایسی چیزیں بچوں سے منگوائے، ورنہ جان لیں کہ پورے کلاس میں بچوں کی نگاہ سب سے زیادہ استاد کی طرف ہوتی ہے، اور یہ سب دیکھ کر ان کے اوپر منفی اثرات مرتب ہوں گے۔

☆ بچے کو نازیبا کلمات نہ بولے جیسے تو تورا، ارے ترے، اور نہ ہی ان کی توہین کرے نہ نیچا دکھانے کی کوشش کرے

☆ بچے کی انفرادی غلطی ہو تو اس کو تنہائی میں بلا کر سمجھا دیا جائے، کلاس میں بھیڑ میں والدین کے سامنے ڈانٹ ڈپٹ نہ لگائے

☆ بچے کی شکایت پر فوراً فیصلہ نہ سنادے بلکہ اصل مسئلہ کی تہ تک پہونچنے کی کوشش کرے کہ غلطی کس کی ہے ورنہ غلطی کسی اور کی سزا کسی اور کو مل سکتی ہے

☆ مکتب کی تعلیم کے لیے کافی کم وقت رہتا ہے اور زیادہ چیزیں پڑھانی ہوتی ہے لہٰذا استاد اپنے اوقات کا خاص خیال رکھے

☆ درسگاہ میں باتیں کرنا، فون چلانا، اور مہمان نوازی کرنا اور اسی طرح دیگر غیر ضروری کاموں سے بچے، ورنہ ایسی صورت میں بچوں کے اوپر ظلم کرنا اور ان کا حق مارنا ہے

☆ والدین سے ملنے کے لیے کوئی خاص وقت مقرر کر لی جائے تاکہ بچوں کی پڑھائی متاثر

نہ ہو۔

دیگر سرگرمی میں حصہ داری

اس کا مطلب ہے کہ مکتب سے بچوں کے ذریعہ معاشرہ میں مثبت کام اور دیگر مذہبی، اور سماجی معاملات میں شریک ہو کر معاشرہ کو اچھا پیغام پہونچانا۔ جیسے تحریک تعلیمی بیداری، ٹیچرس ڈے، چلڈرین ڈے، ویمن ڈے، عالمی یومِ مزدور اور اسی طرح ان کے علاوہ موجودہ سماجی مسائل قومی تہوار وغیرہ میں بچوں کو منظّم طریقے سے پلے کارڈ اور بینر لے کر گلیوں اور سڑکوں پر جلوس کی شکل میں حصہ لینا، اس طرح کی تحریکوں میں حصہ داری مکتب اور مدرسوں سے بالکل ختم ہو چکا ہے یا شروع ہی نہیں کیا گیا ہے۔ ان سب چیزوں کی استاد، والدین اور کمیٹی حضرات کو علم ہونا ضروری ہے اس کے لیے مکتب کو پہلے ہی سے تیار رہنا چاہیے۔ ایسی چیزوں میں حصہ داری بچوں میں، استادمیں، والدین میں اور معاشرے میں مثبت سوچ اور مثبت فکر پیدا کرے گی۔

ان کے لیے کچھ مفید باتیں

☆ استاد کو ان سب کی تاریخ اور ان کی سطحی علوم سے باخبر رہنا بہت ضروری ہے

☆ ہر سال آنے والے خاص دنوں کے لیے پہلے ہی سے انتظام کر لینا چاہیے جیسے ٹیچرس ڈے، ۱۵۔ اگست ۲۶ جنوری وغیرہ

☆ راستوں اور سڑکوں پر نکلنے سے پہلے بچوں کو کچھ ہدایت کر دیں

☆ ان تمام چیزوں کو شروع کرنے سے پہلے پرشاسن اور انتظامیہ کمیٹی سے اجازت لینا یا ان کو باخبر کرنا بہت ضروری ہے

☆ نہایت پیس فُل اور امن وسکون کے ساتھ ان کاموں کو انجام دیا جائے

☆ کتنی دور جانا ہے اور کن کن راستوں کا استعمال کرنا ہے استاد کے ساتھ بچوں کو بھی معلوم ہونا ضروری ہے

☆ شارع عام پر بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ اور ان پر چیخنے چلانے سے پرہیز کی جائے۔

آمدنی کے ذرائع

مکتب کے لیے فنڈ اکٹھا کرنا ایک بہت بڑا مسئلہ ہے، اور اس کے بغیر چارہ بھی نہیں۔ اسلامی ہند میں بڑی بڑی رقمیں اور جاگیریں مکتبوں اور مدرسوں کے لیے وقف رہتی تھیں، جس کا تذکرہ پہلے باب میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔ جب سے عوام کے چندے پر مکتب کا گزر بسر ہونے لگا، اور عوام کی معاشی حالت خراب ہوئی تب سے مکاتب و مدارس کی حالت بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ یہ ایک بڑا مسئلہ ہے لہٰذا اس کو حل کرنے میں سب کی مدد کی ضرورت ہے جیسے کہ کمیٹی، استاد، والدین، تاجر حضرات، عوام و خواص اور اہل مخیّر حضرات۔ مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے انتظامیہ کے پاس مکتب سے جڑی تمام چیزوں کا ہونا ضروری ہے اور اس کے لیے اچھی خاصی رقوم کا ہونا لازمی ہے۔ موٹے طور پر مکتب کے اخراجات کو شمار کیا جائے تو اس میں استاد کی معقول تنخواہ، بچوں کے لیے کتابیں (درسی کے ساتھ خارجی کتب بھی)، اچھا سا درسگاہ، بچوں کو بیٹھنے کے لیے صاف ستھری جگہ، کتاب رکھنے کے لیے تپائی، کھیل کود کا سامان اور دیگر لوازمات آسکتے ہیں۔ ہم رقم جمع کرنے کے لیے کچھ آسان طریقہ استعمال میں لا سکتے ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

☆ صدقات و زکات دینے والے کو مکتب کی طرف بھی توجہ دلایا جا سکتا ہے

☆ بچوں کے اوپر فیس لگا کر، جو نہ کم ہو کہ مکتب کا کام نہ چل پائے اور نہ ہی زیادہ کی والدین برداشت نہ کر پائیں

☆ اہل مخیرّ حضرات سے انفرادی کوشش کے ذریعہ

☆ ضرورت کے مطابق والدین سے بھی رابطہ کیا جاسکتا ہے اگر چہ وہ فیس بھی دیتے ہوں

☆ سیاسی حضرات سے بوقت ضرورت اگر وہ مسلم ہوں تو مدد لی جاسکتی ہے۔

خاص باتیں جن کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہے

☆ زکوٰۃ وصدقات کے رقم کو استعمال میں لانے کے پورا مسئلہ کا پورا علم ہونا ضروری ہے

☆ جس چیز کے لیے پیسے اکٹھا کرے اسی مد میں استعمال کرنے کی حتی الامکان کوشش کرے

☆ ایسا ہرگز نہ کیا جائے کہ پیسے کی بروقت ضرورت ہو اور پیسے بینک میں جمع ہوں

☆ درآمد برآمد کے لیے ایک رجسٹر ہو اور سب کا صحیح صحیح ان کی تاریخ کے ساتھ حساب درج ہو

☆ مکتب کا فنڈ ہرگز کسی دوسرے مد میں یا اپنی ذاتی کام میں استعمال نہ کرے

☆ استاد کی تنخواہ معقول رکھی جائے تا کہ خوش دلی کے ساتھ تعلیم وتعلم کے فروغ میں حصہ لے سکے۔

☆ کمیٹی صحیح جگہ پر پیسوں کو خرچ کرنے میں بخل کا مظاہرہ نہ کرے اور استاد کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہیے

☆ کم مفید کاموں یا فضول کاموں میں کثیر رقم خرچ کرنے سے پرہیز کیا جائے (جیسا کہ

آج کل جلسہ جلوس میں خرچ کے لیئے لاکھوں روپیے اکٹھا ہو جاتے مگر تعلیم کے نام پر ۱۰۰ روپیے فیس نہیں نکل پاتا ہے)

☆ سالانہ آمد و رفت کے حساب کا ڈسپلے کرنا بہت ضروری ہے تا کہ عوام وخواص کے اندر بد گمانی نہ رہے

☆ والدین کو اس میں حصہ لینا چاہیے، اگر مکتب میں چند روپیے فیس لگے تو دینے میں قیل و قال نہ کرے بلکہ خوشی سے ادا کرے

☆ کچھ فنڈ غریب و نادار طلبہ کے لیے مختص کر دینا چاہیے

کمیٹی عوام اور مکتب کی ذمہ داریاں

کمیٹی کا مطلب ایسے چند افراد کا مجموعہ جو تعلیمی ترقی میں خاص حصہ داری کا ثبوت دیں، دامِ درمے، قدمِ سخن ہر اعتبار سے ان کا رول اہم ہوتا ہے، مگر آج افسوس ہوتا ہے کہ کمیٹی کے پاس کچھ کام نہ رہا سوائے نام ونمود، استاد پر رعب وداب جھاڑنا اور ترقی کی کاموں میں رکاوٹ پیدا کرنے کے۔ کمیٹی ممبر کا انتخاب کرنے میں درست شخص کا انتخاب ضروری ہے، اس کے لیے گاؤں اور محلّہ والوں کو چاہیے کہ کمیٹی کے چناؤ کرنے میں سمجھداری کے ساتھ وضرورت کے پیش نظر انتخاب کریں۔ کمیٹی میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جا سکتا ہے جو سنجیدہ مزاج، صوم وصلوٰۃ کے پابند، ترقی کی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے، دور اندیش اور حالاتِ حاضرہ سے واقفیت رکھتے ہوں۔ اگر یہ لوگ اہل ثروت ہوں تو اور بھی اچھا ہے تا کہ اچانک کثیر رقم کی ضرورت پر کام آسکیں۔ استاد اگر کوئی تعلیم کا جدید نقشہ یا پرپوزل کمیٹی کے سامنے رکھے تو کمیٹی مل بیٹھ کر خوبی وخامی پر غور کریں اور کام آگے بڑھانے کی اجازت دے اور خود بھی شریک ہو، ورنہ ہوتا یہ ہے کہ اکثر کاموں میں چاہے

اس میں قوم کی بھلائی ہی کیوں نہ کوئی نہ کوئی بہانہ لگا کر منع کر دیتے ہیں۔ مختصر طور پر تعلیم کی ترقی کے لیے استاد کا ہاتھ پاؤں کھلا ہوا چھوڑ دینا چاہیے، ہاں روک تھام اس وقت کرے جب نقصان زیادہ اور فائدہ کم نظر آئے، ہر بات پر انگلی کرنا اور ہر کام میں رکاوٹ ڈالنا صحیح نہیں ہے۔ کمیٹی کا دل و دماغ کشادہ ہونا چاہیے، بخل اور کنجوسی سے پرہیز کرنا چاہیے تا کہ تعلیمی ترقی میں کسی طرح کی رکاوٹ نہ آئے۔

والدین

ہر ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ہمارا بچہ اچھی تعلیم حاصل کرے، اور اچھے ادارے میں تعلیم حاصل کرے۔ جس طرح والدین اپنے بچے کی ترقی کے لیے کوشاں رہتے ہیں اسی طرح سے ان کو مکتب کی ترقی میں حصہ لینا اور مکتب کا ممبر بننا ضروری ہے۔ کتنی افسوس کی بات ہے کہ محلّہ میں سیکڑوں گھر ہیں اور مکتب میں صرف ۲۵ سے ۳۰ بچے بمشکل تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ اہل ثروت حضرات کا معاملہ تو اور نا گفتہ بہ ہے، وہ اپنے بچوں کی دینی تعلیم گھر پر ہی استاد کو بلا کر دلا دیتے ہیں، اس سے استاد کو موٹی رقم مل جاتی ہے تو اب بھلا استاد کو مکتب میں کم پیسوں پر تعلیم دینا کب اچھا لگے گا (میرے حساب سے گھر کی تعلیم میں فائدہ کم نقصان زیادہ ہے۔ اس کے لیے تفصیلی گفتگو درکار ہے)

والدین بس اتنا جان لیں کہ مکتب اور اسکول میں ایک تعلیمی ماحول فراہم کیا جاتا ہے جس سے بچہ کے ذہن، دل و دماغ اور اس کے جسم پر مثبت اثر پیدا کرتا ہے بہ نسبت گھر کے ایک کونے میں ایک استاد اور ایک شاگرد اور چند کتابیں۔ بچے کتابوں سے زیادہ اپنے آس پاس کے ماحول سے زیادہ سیکھ اور سمجھ حاصل کرتے ہیں اور یہی ماحول مکتب فراہم

کراتا ہے۔ والدین کو مکتب کے بارے میں مثبت خیال رکھنے چاہیے۔ والدین سے کچھ استاد کی طرف سے کام کرنے کو ملے تو ان کو خوش دلی سے کرنا چاہیے ناک منہ نہ پھلائے اور بچوں کے سامنے اسکے استاد کو گالی گلوج اور غیر مہذب باتیں نہ کریں ورنہ بچے کے دل میں استاد کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ مکتب کے فروغ اور اس کی ترقی میں والدین کا اہم کردار ہوتا ہے لہٰذا یہ حضرات بھی اپنے نیک مشوروں اور مثبت فکر سے مکتب میں حصہ لیتے رہیں۔ استاد ، کمیٹی اور مکتب پر چھوٹی چھوٹی باتیں اور معمولی معاملات کی وجہ سے بدگمانی کا شکار نہ بنے ، اور بچہ کی پڑھائی منقطع نہ کرے، اس سے ماحول خراب ہوگا اور استاد و والدین یا والدین اور کمیٹی کے درمیان ایک زبانی جنگ شروع ہو جائے گی اور یہ تعلیم پر منفی اثر ڈالے گا۔

عوام وخواص

مکتب کی تعلیم و ترقی میں عوام وخواص کا ایک اہم رول ہوتا ہے، اگر یہ چاہیں تو مکتب کو عروج مل جائے اور نہ چاہے تو زوال ہو جائے ، لہٰذا عوام سے گذارش ہے کہ مکتب کے فروغ میں مثبت قدم بڑھائیں۔ منفی نظریات، غیر مفید باتیں، افواہیں، نامعقول خبریں پھیلانے کا حصہ نہ بنیں۔ ذاتی مسئلہ کو لیکر بچہ کی تعلیمی سلسلہ کو ختم نہ کریں۔ اور خواص حضرات کی ذمہ داریاں تو بہت ہیں بس دو باتوں کا ذکر زیادہ ضروری بنتا ہے، ایک تو یہ کہ اپنے بچہ کو مکتب میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجیں تاکہ غریب والدین آپ سے نصیحت حاصل کریں، اور دوسری بات یہ کہ اپنے مالی امداد سے محلّہ کے مکتب کی مدد کرے بجائے دوسرے علاقہ اور دور کے شہر کے مدرسہ یا مکتب میں رقم بھیجنے کے۔ اسلام نے بھی قریب کے لوگوں کی (رشتہ دار یا پڑوسی) امداد کرنے پر زیادہ زور دیا ہے۔ اس لیے دور دراز بھاری بھرکم ادارہ میں امداد کرنے سے زیادہ بہتر ہے کہ آپ اپنے محلّہ کے مکتب میں امداد کریں اور اس کو

فروغ دینے کا حصہ بنیں۔

اس ضمن میں کچھ اہم باتوں کی طرف توجہ

☆ کمیٹی کو مکتب کی تعلیم کے فروغ میں ہر وقت سرگرم رہنا چاہیے اگر ایسا لگے کہ مجھ سے نہ ہو پائے گا تو بخوشی ممبر سے جدا ہو جائے

☆ اگر کوئی راضی نہ ہو تو اس کو جبراً کمیٹی میں شامل نہ کریں

☆ اگر کوئی دلچسپی ظاہر کرے تو خوشی کا اظہار کرے، بلا وجہ اس پر شک نہ کرے کہ لوٹ گھسوٹ کے لیے آنا چاہتا ہے

☆ کمیٹی کی طرف سے تعلیمی میٹنگ تین ماہ، چھ ماہ، یا ایک سال میں یا بوقت ضرورت کرتے رہیں۔

☆ عوام وخواص میں اگر کسی کو میٹنگ میں آنے کی دعوت دی جائے تو بخوشی قبول کرے اور شرکت کر کے کمیٹی کی حوصلہ افزائی کرے

☆ مکتب یا استاد کی طرف سے جانے انجانے میں غیر مہذب کام سرزد ہو جائے تو اس کو صیغۂ راز میں رکھنے کی کوشش کی جائے

☆ کمیٹی یا والدین، استاد کی چھوٹی چھوٹی باتوں پر پکڑ نہ کریں

☆ واقعی میں اگر استاد سے کوئی غیر مہذب مسئلہ ہو جائے تو بجائے بچوں اور لوگوں کے درمیان ڈانٹنے اور سمجھانے کی تنہائی میں یہ کام انجام بحسن وخوبی انجام دیا جائے۔

☆ اگر والدین کو مکتب کی طرف سے بلایا جائے تو خوشی خوشی شرکت کرے ٹال مٹول اور کذب بیانی سے پرہیز کرنا چاہیے

☆ کمیٹی، والدین اور عوام وخواص کو مکتبی تعلیم کو فروغ دینے میں جہاں تک ممکن ہو ساتھ

دینا چاہیے۔

ٹیسٹ اور امتحان

مادی چیزیں ہو یا سیال سب کو ناپنے کا ایک آلہ ہوتا اسی طرح علم کو ناپنے کا آلہ امتحان ہے۔امتحان کے ذریعہ نہ صرف بچوں کے علم اور کتابوں کی صلاحیت کا اندازہ ہوتا ہو بلکہ ساتھ ساتھ استاد کو بھی اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے بچوں کو پڑھانے میں کتنی کوشش کی ہے ،لہٰذا مکتب کی تعلیم کو بہتر بنانے میں ،آگے اچھا کام جاری رکھنے اور غلطیوں کو سدھارنے کے لیے امتحان نافذ کرنا نہایت ضروری ہے ۔طلعت عزیز نے اسی طرح کی بات اپنی کتاب 'تعلیمی نفسیات' میں کہی ہے کہ ''اسکول میں ہم تین طرح کی جانچ کرتے ہیں ،(۱) تشخیصی جانچ جو تعلیمی سال کے اول میں کیا جاتا ہے (۲) تشکیلی جانچ جو تعلیم کے بیچ میں کیا جاتا ہے (۳) تکمیلی جانچ جو سال کے آخر میں کیا جاتا ہے کہ آیا بچہ کامیاب ہے یا نہیں اگلے درجہ کے لائق ہے کہ نہیں ۔(عزیز:۲۰۲۰ص:۱۰) اگر چہ یہ نفسیاتی موضوع ہے مگر بات واضح ہے کہ بچوں کی تعلیمی لیاقت کی جانچ امتحان اور ٹیسٹ وغیرہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

ٹیسٹ

مکتب میں ٹیسٹ کا طریقہ اپنی سہولیت کے حساب سے رکھنا چاہیے مثلاً ہر ماہ کے آخری دنوں میں ٹیسٹ لے لیا جائے۔ٹیسٹ کے لیے کسی دوسرے مکتب سے ممتحن بلا لیے جائیں یا خود بھی اس کام کو انجام دیا جا سکتا ہے مگر غیر جانب دار بن کے۔اگر ہر ماہ ممکن نہ ہو تو ہر تین ماہ پر منعقد کر لیا جائے ۔بچوں کا انفرادی سبق چلتا ہو تو انفرادی ٹیسٹ بھی کیا جا سکتا ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی کسی بچہ کی کتاب ختم ہو اور اس کو اگلا کتاب جاری کرنا ہو تو مکمل شدہ کتاب سے ٹیسٹ لے لیا جائے ،اس سے پتہ چلے گا کہ اگلی کتاب کے لائق

ہے کہ نہیں ۔اجتماعی ٹیسٹ لینے کے بعد اس کا نتیجہ نکالنے میں تاخیر نہ کریں ۔اس میں ممتاز نمبر لانے والے طلبہ کو اعلیٰ ،اوسط اور ادنیٰ میں تقسیم کر دیے جائیں ،کلاس میں نمایاں نمبرات حاصل کرنے والے طلبہ کی حوصلہ افزائی کے لیے کچھ تحفے تحائف تقسیم کرانے کی ترکیب ہونی چاہیے۔

امتحان

امتحان کم سے کم ہر تین ماہ میں اور زیادہ سے زیادہ چھ ماہ میں کرائی جاسکتی ہے ۔مکتب میں ششماہی اور سالانہ امتحان تو ہر حال میں کرانی چاہیے ۔امتحان ساری تیاریاں مکمل ہونے کے بعد ہی کرائی جائے یعنی کہ نصاب وغیرہ مکمل ہونے پر ہی اس کے علاوہ کچھ اور چیزیں خیال میں رکھنی چاہیے جیسے امتحان ایسے دنوں میں کرائی جائے جب بچوں کے اسکول کے امتحان نہ ٹکراتے ہوں ، ورنہ بچوں کا بوجھ دوگنا ہو جائے گا ۔امتحان کتاب کے حساب سے الگ الگ تاریخوں میں بانٹ کر کرائی جائے ۔اس کا آسان سا طریقہ یہ ہے کہ اس پر سب کا اتفاق اور بچوں کی رضامندی کے بعد کسی مقرر مہینے میں رکھ دی جائے ،اور امتحان سے دس دن قبل اعلان چسپا کر دیا جائے اور بچوں کے اسباق بند کرادی جائے ، تا کہ وہ امتحان کی تیاری کر سکیں ۔مکتب بند نہ کی جائے بلکہ امتحان کی تیاری اپنی ہی سرپرستی میں کرائی جائے ،امتحان کے طور طریقے سے بچوں کو آگاہ بھی کر دیا جائے ۔امتحان کی تاریخ مقرر کرنے کے بعد دوسرے مکتب یا کسی مسجد یا مدرسہ سے اساتذہ کو مدعو کیا جائے ۔

امتحان میں ایک دن کا فاصلہ رکھا جائے تو بہتر ہوگا ، ورنہ ہر دن بھی رکھا جاسکتا ہے ،مثلاً پہلا دن عربی ،دوسرا دن اردو، تیسرا دن دینیات اور چوتھا دن خوش خطی کا امتحان

رکھ دیا جائے۔عربی میں ناظرہ ،مخارج اور تجوید پر خاص توجہ دی جائے ،اردو میں ریڈنگ ،الفاظ و معانی ،سوال و جوابات ، اور دینیات میں دعا مع ترجمہ وغیرہ جو مکتب میں شامل کی گئی ہے،اور خوش خطی کے لیے مشق ،نقل اور جو بچے املاء لکھ لیتے ہوں ان کو املاء ایک صفحہ لکھائی جائے ۔امتحان کرانے کے دو چار دن کے بعد اس کا نتیجہ نکال کر چسپا کر دیں ،نتیجہ پرنٹیڈ شکل میں ہو۔نمایاں نمبرات حاصل کرنے والے بچوں کے نام بولڈ میں رکھیں۔

امتحان کا نتیجہ اور نمایاں نمبر حاصل کرنے والے طلبہ کو انعامات کی تقسیم کے لیے پروگرام کا اہتمام کیا جائے۔ پروگرام میں سر پرست یا تو صرف مرد شریک ہو یا صرف عورت ۔اس پروگرام میں بچے بھی نعت ،تقریر، دعا وغیرہ میں حصہ لیں تا کہ اس سے والدین کو ان کے بچے کی کامیابی اور بچے کی صلاحیت میں کس قدر ترقی ہو رہی ہے دیکھ سکیں۔ اس پروگرام کے ذریعہ والدین کو خاص پیغام دیا جائے، اس کے لیے باہر سے کسی اور خاص مہمان کو مدعو کر لیا جائے ،مہمان کو جس مسئلہ پر گفتگو کرنی ہو اس کی تیاری وہ پہلے سے کر لے۔انعامات کی تقسیم علاقہ کے کسی بزرگ شخصیت کے ہاتھوں سے کرائی جائے تو بہتر ہوگا ۔ششماہی کے پیٹرن پر سالانہ امتحان کچھ حذف و اضافہ کے ساتھ کرائی جاسکتی ہے۔

اس کے ضمن میں خاص خاص باتیں

☆ ٹیسٹ اور امتحان صرف رسمی نہ ہو بلکہ اس کا بہتر نتیجہ بھی نکلے

☆ امتحان کو صاف ستھرا کرایا جائے تا کہ اس کے نتیجہ سے بچے مطمئن ہوں

☆ الگ الگ مضمون کا امتحان الگ الگ ممتحن سے کرایا جائے

☆ کند ذہن اور کمزور طلبہ پہ بعدِ امتحان خصوصی توجہ دی جائے

☆ نصابی کتابوں کے علاوہ دیگر فنون پر امتحان منعقد کرائی جائے

☆تحریری اور تقریری دونوں طرح کے امتحان کرائے جائے

☆ممکن ہو تو اخلاقیات پر چھوٹے چھوٹے ڈرامے پلے کرائی جائے اس سے بچوں اور

والدین دونوں کے ذہن پر مثبت اثرات

مرتب ہوں گے

☆ ششماہی اور سالانہ یا اسی طرح دوسرے پروگرام کرانا ہو تو بجٹ میں رہ کر کرائی جائے

بجٹ سے باہر نہیں۔

والدین کی ملاقات و دیگر چھوٹے بڑے کاموں کی طرف توجہ

والدین کی ملاقات(Parents meeting)

تعلیم کو بہتر بنانے میں پیرنٹ میٹنگ ایک اچھی پہل ہے ۔ یہ والدین کو اپنے بچے کی علمی سفر میں مدد فراہم کرنے کا ایک بہتر ذریعہ ہے۔ اور استاد کو تعلیمی سفر کو بہتر بنانے اور بچے کی بدلتے ذہنی کیفیت کو والدین کے ساتھ تبادلہ خیال کرنے کا اچھا موقع فراہم کرتا ہے، اور بچوں کی ذہنی وجسمانی ترقی میں مدد کرے گی ۔ یہ میٹنگ ہر ماہ کسی خاص تاریخ میں رکھی جاسکتی ہے یا ایسے دن رکھی جائے جس دن والدین کے لیے شرکت کرنا آسان ہو جیسے اتوار کے دن۔ ہر ماہ ممکن نہ ہو تو تین ماہ پر تو ضرور کرادی جائے۔ میٹنگ دو طرح کے ہو سکتے ہیں ایک جس کا دن اور تاریخ مقرر ہو اور دوسرا ہنگامی میٹنگ کہ کسی خاص مسئلہ کے لیے ضرورت پڑے تو کر لی جائے ۔ میٹنگ کے لیے مکتب کو پہلے سے کچھ حساب کتاب ،اور منعقد کرنے کے طور طریقے بنا لینے چاہیے۔

میٹنگ صرف رسمی خانہ پرتی کے لیے نہ ہو بلکہ کسی خاص مقصد یا کسی ضروری

مسائل کے حل کے لیے ہو، مثال کے طور پر اگر مکتب میں دو سو بچے ہیں اور اِس مہینے پچیس بچے غیر حاضر رہے اور وہ بھی کثرت کے ساتھ تو ان کے والدین سے رابطہ کر کے کسی ایک تاریخِ مقرر پر مدعو کیا جائے اور اس کا بہتر نتیجہ نکالا جائے۔ میٹنگ ماضی کی خرابی دور کرنے اور مستقبل کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی۔ اس کے ذریعہ والدین اپنے بچہ کی ان خوبیوں وخامیوں سے واقف ہوں گے جو وہ نہیں جانتے ہیں، اور استاد کو ان باتوں کا علم ہوگا جو ان کو اب تک پتہ نہیں تھا۔

کچھ خاص باتیں ہیں جن کے لیے میٹنگ کرائی جاسکتی ہے جیسے بچوں کی تعلیم کو بہتر بنانے کے لیے، بچے کی پسند نا پسند کو جاننے کے لیے، اس کے مزاج سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے، استاد کی کمی، شکایت یا ان کی بد اخلاقی یا افواہوں کے ازالہ کے لیے ،کسی خاص و عام پروگرام کو منعقد کرنے کے لیے ،کند ذہن اور کمزور بچوں کے مسائل پر، شرارتی اور بدمعاش بچوں کے لیے، مکتب کی تعلیمی سرگرمی اور اس کی فنڈنگ کے لیے، یا کسی اور خاص مسائل کے حل کے لیے پیرنٹ میٹنگ کرائی جاسکتی ہے۔

اس کے لیے کچھ خاص ہدایتیں

☆ میٹنگ کرانے سے قبل ساری تیاریاں مکمل کرالی جائیں

☆ میٹنگ میں اہم مسائل یعنی جس کے لیے میٹنگ رکھی گئی ہے اسی پر بات ہو ادھر اُدھر کی باتوں سے پرہیز کیا جائے

☆ میٹنگ میں اچھے اور درست الفاظ کا استعمال کیا جائے

☆ اہم مسائل ہو تو میٹنگ رکھی جائے صرف چہرا دیکھنے اور دکھانے کے لیے نہ رکھی جائے

☆ میٹنگ میں شریک تمام لوگوں کی باتیں باری باری سنی جائے اور سب کو بولنے کا موقع دیا

جائے

☆ میٹنگ میں صرف ایک دوسرے کی تعریف اور چاپلوسی نہ کی جائے ایسے میٹنگ کا نتیجہ غیر مفید ہوگا

☆ میٹنگ میں آنے والوں کی عزت کی جائے ان کے بیٹھنے کا معقول انتظام کیا جائے اور شکریہ کے کلمات کہے جائیں

☆ میٹنگ شروع کرنے سے پہلے میٹنگ کا مقصد، اس کا وقت، اس کے گائیڈ لائن، کس کو کتنے منٹ بولنا ہے سب کچھ بتا دیا جائے

☆ ممکن بنائیں کہ میٹنگ کا اختتام اچھے نتیجہ پر ہو

سوشل میڈیا کا استعمال

اس جدید مشنری دور میں ہم ہر طرف مشینوں سے گھرے ہوئے ہیں، اور اب چاہ کر بھی اس سے ہم پیچھا نہیں چھڑا سکتے۔ صبح بستر سے اُٹھنے سے لے کر رات بستر پر جانے تک ہم اس کے چنگل میں گھرے ہوئے ہیں، تو کیا وجہ ہے کہ ہمارے مکاتب میں اس کا استعمال کر کے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا جاتا۔ اس وقت ہمیں اپنے کاموں میں جلد اور بہتر نتیجہ چاہیے تو اس کا درست اور صحیح استعمال ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس کا استعمال ایک وسیع پیمانے پر محیط ہے۔ مگر ہم اپنے مکتب میں صرف چند چیزیں شامل کر کے تعلیمی نظام کو جدید اور بہتر بنا سکتے ہیں، اور ساتھ ساتھ آسان بھی داخلہ کے وقت والدین کا واٹس ایپ نمبر لیکر اور مکتب کے نام سے ایک گروپ بنا لیے جائیں اور اس گروپ میں تمام بچوں کے نمبرات شامل کر دیں۔

اب ہر کارکردگی جو مکتب میں ہوتا ہے اس کی خبر تحریری اور ویڈیو کے ذریعہ گھر تک

پہونچتی رہے گی ۔مکتب میں ہفتہ واری پروگرام یا کوئی مقابلہ ہو اس کی چند منٹ کی ویڈیو کو پوسٹ کیا جائے ،اس کے علاوہ بچوں کی نعت ،تقریر، آرٹ ، پینٹنگ ،کھیل کود اور دیگر پروگرام کی ویڈیوز وغیرہ بھیجا جا سکتا ہے۔ویڈیو پوسٹ کرتے وقت بچہ کا نام اور کس درجہ میں زیر تعلیم ہے اس کا ذکر دیا جائے۔اس کو دیگر سرچ انجن پر بھی پوسٹ کی جا سکتی ہے جیسے یوٹیوب،انسٹا گرام،اور فیس بک پیج پر۔سمارٹ کلاس کا اگر مکتب خرچ برداشت کر لے تو یہ سب سے بہتر ہے۔

اس کے علاوہ بچوں کی اخلاقیات اور اسلامی معلومات اور عملیات کو نکھارنے کے لیے چھوٹے چھوٹے دو چار منٹ کی ویڈیو دکھانے کا پروگرام رکھا جائے اور اسی طرح ان سے کرانے کی ترغیب دلائی جائے۔اگر مکتب کا کوئی اپنا چینل بنا دیا جائے تو اور بھی بہتر ہوگا ،اس کے ذریعہ مکتب کی تعلیمی ترقی کو دوسروں تک پہونچانے کا ایک اہم ذریعہ بن جائے گا ۔

اس کے لیے چند ہدایت ملحوظ خاطر رکھیں

☆ والدین کے نمبر لیتے وقت غلط استعمال نہ کرنے کا یقین دلا دیں

☆ غیر ضروری چیزوں کو پوسٹ نہ کریں جس سے شک اور بدگمانی پھیلے

☆ سوشل میڈیا کا استعمال صرف واہ واہی کے لیے نہ ہو بلکہ مکتبی تعلیم کی ترقی ،بچوں کی حوصلہ افزائی،اور ان کی اچھی کارکردگی کو والدین تک پہونچانے کے لیے ہو

☆ لمبی ویڈیو کے بجائے ایک دو منٹ کا وہ ویڈیو پوسٹ کریں جو اس پروگرام کا بیسٹ حصہ ہو

☆ بچوں کو سوشل میڈیا کا صحیح اور غلط استعمال سے بھی آگاہ کرتے رہے

☆ سوشل میڈیا کا ممکنہ حد تک استعمال کیا جائے ورنہ تعلیمی کام متاثر ہوسکتا ہے۔

چھٹی اور غیر حاضری کی صورتیں

چھٹی ہونا اور غیر حاضر رہنا ان سب کا معاملہ الگ الگ ہے ۔مکتب مدرسہ یا اسکول اس معاملہ میں تقریباً سب برابر ہیں، مگر بہ نسبت اسکول کے مکتبوں کی صورت حال زیادہ برا ہے ۔غیر حاضری ، بے وقت آنا ، بے وقت جانا بغیر کسی وجہ کے ناغہ کرنا، بہت کثرت سے مکتب میں ہوتا ہے، جس سے تعلیم پر اس کا براہِ راست اثر پڑتا ہے، اور تعلیم بے برکت ہو جاتی ہے ۔جس مکتب میں سبق اجتماعی چلتا ہے یعنی سب کا ایک ہی سبق ہوتا ہے اس میں کسی کا ایک سبق چھوٹا تو پھر وہ دھیرے دھیرے ایک دم پیچھے ہو جاتا ہے اور آخر میں پورا سال خراب چلا جاتا ہے (اجتماعی سبق شاید ہی کہیں چلتا ہے)۔اس مسئلہ میں سب برابر کے ذمہ دار ہیں، استاد، والدین اور بچے پھر کمیٹی بھی ۔لہٰذا اس مسئلہ کو ختم کرنے کے لیے سب کو اپنی اپنی ذمہ داری قبول کرنی ہوگی اور اس پر عمل کرنا ہوگا۔اس ترتیب میں پہلا نمبر مکتب یعنی استاد کا ہے، اس کو چاہیے کہ سالانہ ٹوٹل کتنی چھٹیاں کرنی ہے اس کی ایک فہرست بنا لے اور اس کو پرنٹ کرا کے آفس میں رکھ لے اس سے اس کو بھی یاد ہوگا اور والدین و بچے کو بھی ۔ان تمام سالانہ چھٹیوں سے آگاہ کر دے، اگر ممکن ہو تو اس کی اے فور سائز میں پرنٹ کرا کے والدین کے حوالے کر دے۔

جب بچہ کا نیا داخلہ ہو اس وقت والدین کو ان چھٹیوں سے بھی آگاہ کرا دیا جائے، ساتھ ساتھ مزید چھٹیوں کے بارے میں بتا دی جائے کہ اگر گھر کی طرف سے چھٹی کرنی ہو جیسے شادی، میت، گھر کے کسی افراد کی طبیعت خراب یا بچہ کی تو اس کے لیے فون کے ذریعے یا مکتب میں آ کر چھٹی لی جائے، بغیر اطلاع کسی بھی صورت میں ناغہ نہ ہو مکتب کو اس

کے لیے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ غیر حاضری کی صورت میں مکتب کی طرف سے پہلے ہی کچھ قاعدے تیار ہوں کہ اگر ایک دن بچہ بلا وجہ ناغہ کرے تو والدین سے فوراً رابطہ کیا جائے اور ناغہ کرنے کی معقول وجہ دریافت کیا جائے اور اگر تین دن سے زیادہ کا معاملہ ہے تو اس کے لیے کوئی ٹھوس قدم اٹھایا جائے تاکہ بلا وجہ ناغہ ہونے والی شرح کو کم کیا جاسکے۔

والدین

والدین بھی اس معاملہ میں بہتر کوشش کر سکتے ہیں اور کرنا بھی چاہیے تاکہ ان کے بچے کی تعلیم کا سلسلہ مسلسل جاری رہے اور اس کا نتیجہ بہتر نکل سکے۔ پیار و محبت سے سمجھائے اور ناغہ کرنے کے نقصانات اور روزانہ مکتب جانے کے فوائد بتایا کرے، اگر بچہ اس کے بعد بھی ناغہ کرے تو شفقت سے اصل وجہ دریافت کی جائے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ راستے میں کوئی پریشان کرتا ہو، استاد کی زیادہ سختی، یا کتابوں کے اسباق کو سمجھنے میں دقت یا کوئی اور معقول وجہ جو بچہ اور مکتب کے بیچ میں حائل ہو رہی ہے، اس تک پہونچنے کی کوشش کی جائے اور اس کا درست حل نکالا جائے۔

بچے

بچے کو مکتب جانے کا کب دل کرتا ہے وہ تو چاہتے ہی ہیں کہ مکتب کی چھٹی ہر روز رہا کرے اور مجھے جانا نہ پڑے، لہٰذا ایسی صورت میں استاد بچوں کی پسند کے حساب سے ان کے لیے کچھ ٹوفی کھلونے وغیرہ دیا کرے تاکہ لالچ کی وجہ سے اس کو مکتب آنے کی عادت پڑ جائے، مسلسل محبت اور شفقت کا معاملہ رکھا جائے تاکہ اس کو مکتب آنے میں دلچسپی ہونے لگے۔

چند ہدایات

☆ گاہے بگاہے استاد ناغہ کرنے کے نقصانات اور ہر دن مکتب آنے کے فوائد بتاتا رہے

☆ بغیر اجازت سے ہونے والی غیر حاضری سے ہر ممکن بچایا جائے اور اس کی تاکید والدین کو بھی کیا جائے

☆ مکتب میں اگر حاضری رجسٹر نہیں ہے تو اس کو لگایا جائے اور ہر دن حاضری رجسٹر کا استعمال کیا جائے

☆ غیر حاضری کی شرح کم کرنے کے لیے نئے نئے طریقے اپنایا جائے تاکہ کم سے کم غیر حاضری ہو۔ جیسے کہ ہر ماہ کی آخری تاریخ کو سب کی حاضری فی صد دیکھا جائے، جس کی غیر حاضری کم ہو اس کو مکتب کی طرف سے کچھ تحفہ وغیرہ دیکر اسکی حوصلہ افزائی کی جائے، اس سے بھی غیر حاضری کی شرح کو کم کیا جا سکتا ہے۔ کم غیر حاضر رہنے والے کو امتحان میں ۵ نمبر کا اضافہ کر دیا جائے ان سے یا ان جیسے طریقوں سے غیر حاضری کی شرح کو کم کیا جا سکتا ہے۔

☆ غیر حاضر بچہ اگر کوئی بہانا بنا رہا ہو تو اس کی باتوں پر بالکل انکار یا بھروسہ کرنے کے بجائے اس کے والدین یا گھر والوں سے اس کی تصدیق کی جائے

☆ ہر ممکن کوشش کی جائے کہ مکتب کی چھٹیاں کم ہوں رمضان کی چھٹی بھی آخری عشرہ سے پانچ شوال تک کیا جائے۔

☆ مکتبوں میں بزرگوں کے اعراس پر چھٹی نہ کی جائے بلکہ اس دن بچوں کو ان کی حالات زندگی اور ان کی خدمات کے بارے میں بتایا جائے۔

کورس اور سند وغیرہ کی فراہمی

مکتب میں بچے کی نہ آنے کا پتہ چلتا ہے اور نہ ہی جانے کی کوئی خبر۔مکتب تو بس چل رہا ہے،مکتب والوں کو خود نہیں پتہ کہ بچہ کو کب کیا پڑھانا ہے اور کب تک پڑھانا ہے یعنی پڑھائی کا کوئی کورس اور وقت مقرر نہیں۔کورس متعین نہ ہونے کی صورت میں اساتذہ اندازہ نہیں لگا پاتے ہیں کہ بچہ کتنا وقت میں کیا پڑھ لیگا اور اس پر کس طرح سے محنت کرنے کی ضرورت پڑسکتی ہے۔اکثر و بیشتر مکتب کا تعلیمی وقت دو گھنٹہ پر مشتمل ہوا کرتا ہے اور غیر منظّم ،لہٰذا ایک کورس مقرر کر لی جائے جیسے تین سال کا مکتبی کورس رکھی جائے۔ان تین سالوں میں استاد بچوں کو وہ تمام بنیادی باتیں بتا، پڑھا سکتا ہے جتنا کے لیے والدین مکتب روانہ کرتے ہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ۔وقت مقرر کر دینا سب کے لیے فائدہ مند ثابت ہوگا بچے، والدین اور استاد مطمئن ہو جائیں گے۔تعلیم تعلم کا مقرر وقت اور مدتِ کورس بچے اور استاد میں فورس کے ساتھ کام کریگا۔اس طرح سے پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کے لیے ایک وقت پر نصاب ختم کرنے کی فکر رہے گی اور یہ سوچ اور فکر پورے کورس تک دونوں کو باندھ کر رکھے گی اور دونوں برابر محنت کریں گے۔

کورس

مکتب کا کورس، نصاب اور کتابوں کی مقدار ان کے حجم کے اعتبار سے متعین کرنی چاہیے۔عمومی طور پر مکتب میں عربی، اردو، دینیات اور خوش خطی وغیرہ پڑھائی جاتی ہیں۔ لہٰذا انہیں کے حساب سے کورس کو مقرر کر لیے جائیں۔تین سال کے کورس میں ایک فائدہ یہ بھی ہوگا کہ بچہ کو مکتب کا ماحول پانے کا زیادہ موقع مل جائے گا، اس لیے کہ بچہ کتابوں سے زیادہ اپنے آس پاس کے ماحول سے زیادہ متاثر ہوتا ہے اور مکتب کا ماحول ہر حال میں ان

کے لیے مفید ثابت ہوگا۔

ان تین سالوں میں نصاب کو (عربی، اردو، خوش خطی اور دینیات) تقسیم کر لیے جائیں تاکہ کتابیں ایک کے بعد ایک سلسلہ وار چلتی رہیں۔ مثال کے طور پر بغدادی قاعدہ چھ ماہ میں اور اسی طرح نورانی قاعدہ ایک سال میں مع مخارج کے پڑھا دیئے جائیں تو تین سالہ کورس میں بچہ کو بہت کچھ پڑھایا اور سکھایا جاسکتا ہے۔ عربی کی کتاب کے ساتھ اردو کی کتاب اور دینیات میں دعا وغیرہ رکھی جائیں جیسے بغدادی قاعدہ کے ساتھ اردو کا قاعدہ اور اسی طرح نورانی قاعدہ کے ساتھ اردو کی پہلی کتاب اور اسی طرح مسلسل کتابوں کو ساتھ ساتھ رکھی جائیں۔ جس مکتب میں بچوں کی تعداد کم ہو اس میں تین سال کے بجائے دو سال کا کورس کر دیں تو بھی بہتر ہوگا، اس سے استاد اور بچہ دونوں کے لیے آسانی ہوگی۔

سند

کورس میں جتنی کتابیں شامل ہوں ان کو اچھی طرح پڑھا لینے کے بعد، ان کا امتحان کر لینے کے بعد استاد کو چاہیے کہ بچوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لیے سند تقسیم کرے، مکتب میں سند کی فراہمی اور اس کی تقسیم مثبت فکر کی طرف لے جانے والا عمل ہے، اس سے پڑھنے اور پڑھانے والے کے لیے ایک خوشی کی بات۔ اگرچہ اس سند کی بظاہر کوئی اہمیت نہیں دکھتی مگر اس کو مکتب میں جاری کرنے کے بہت اور بے شمار فائدے ہوں گے اور مثبت پہلو نکل کر سامنے آئے گا۔ اس کو تقسیم کرنے کا وہی تاریخ مقرر ہو جس میں سالانہ امتحان اور ریزلٹ وغیرہ تقسیم کی جاتی ہے انہیں کے ساتھ سند کو بھی تقسیم کر دیا جائے۔

اس کے لیے چند اہم باتیں

☆ تعلیمی سال کے شروع میں ہی کورس کی مدت کے حساب سے کتابوں کے پڑھانے

امتحان کرانے کی ترتیب بنالی جائے

☆ داخلہ کے وقت والدین کو آگاہ کر دیں کہ بچہ کو کورس مکمل ہونے تک مکتب میں رکھیں

☆ سند کی تقسیم بچے کی اصل صلاحیت اور کورس مکمل ہونے کی صورت میں کی جائے صرف نام ونمود کے لیے نہیں

☆ بوقتِ ضرورت پڑھنے پڑھانے یا نصاب میں بدلاؤ کرتے رہنا چاہیے

☆ سند دیدہ زیب اور کاغذ اچھی کوالیٹی کے ساتھ خوب صورت پرنٹنگ بھی ہو

☆ بطور ریکارڈ سند کے اوپر سند نمبر درج کر کے اسی نمبر کو رجسٹر میں درج کر دیئے جائیں۔

دیگر چھوٹے بڑے کاموں کی طرف توجہ

اس کالم میں مجموعی طور پر سابقہ صفحات پر جو باتیں چھوٹ گئیں ہیں ان کو شامل کیا گیا ہے۔

☆ مکتبی تعلیم کو بہتر بنانے میں بچوں کی تعداد میں اضافہ کرنے سے لے کر ان کا کورس مکمل ہونے تک ان تمام پہلوؤں پر سنجیدہ سے غور وفکر کرنی چاہیے۔ تعلیم دینے میں امیر غریب کا فرق نہ رکھا جائے سب کے ساتھ یکساں سلوک اور برتاؤ رکھا جائے۔ ہر دن ہر ممکن کوشش کیا جائے کہ بچوں میں ڈسپلن قائم رہے۔ مکتب میں ایک ریکارڈ فائل ہو جس میں ہر بچے کا آنے سے لے کر جانے تک کا تفصیلی معلومات درج ہو۔ جو بچہ بیچ میں پڑھائی چھوڑ دے اس کے والدین سے چھوڑنے کی وجہ دریافت کی جائے تا کہ اگر مکتب کی کسی خامی کی وجہ سے چھوڑا ہے تو اس خامی کو دور کی جائے۔

☆ مکتب کی تعلیم مسجد کے بجائے مکتب کی اپنی جگہ پر چلے تو زیادہ بہتر ہے ورنہ مسجد میں تعلیم دینے سے بچے مسجد کا ادب ملحوظ نہیں رکھ پاتے ہیں شور شرابا ہر دم جاری رہتا

ہے۔اس کے لیے کثیر رقم کی ضرورت ہوگی لہٰذا اہلِ مخیرّ حضرات اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش کریں اور بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

☆ بہتر ہو کہ ہر مکتب کا سرکاری رجسٹریشن کرادیا جائے ورنہ دوسری صورت میں کسی بڑے ادارے سے ملحق کرالی جائے تاکہ تعلیمی سلسلہ میں رکاوٹ نہ آئے یا مکتب بند نہ ہونے پائے۔

☆ پڑھائی کے درمیان نہ خود کوئی دوسرا غیر ضروری کام کریں اور نہ ہی بچوں سے کرائے، تعلیم کے وقت صرف تعلیم ہی ہونی چاہیے۔اگر بچوں سے کام کرانی ہو یا ایسا لگتا ہے کہ ضرورت پڑتی رہے گی تو ایسی صورت میں داخلہ کے وقت ہی والدین کو بتا دیا جائے کہ بوقت ضرورت آپ کے بچے سے کام لیا جاسکتا ہے۔ورنہ دوسری صورت میں لاڈ پیار والے بچے اور ان کے والدین کو ناگوار گزرے گا اگر چہ وہ اظہار نہیں کریں مگر دل میں برا مان سکتے ہیں اور جب اس میں زیادتی ہوتی ہے تو مکتب سے دور کر لیتے ہیں۔

☆سبق نہ سنانے یا شرارت کرنے کی صورت میں بچوں کو مارنا پیٹنا اچھا نہیں ہے اب تو سرکاری گائیڈ لائن کے مطابق کلاس میں ڈنڈا رکھنا بھی جرم ہے،مگر آج بھی مکتب میں مار پیٹ کا نظام جاری ہے اور بچوں کو بے دردی کے ساتھ مارا جاتا ہے۔مکتب کے جائزہ میں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مارنے کا حساب کتنا اور کس طرح ہے کہیں کم ہے تو کہیں زیادہ۔یہ مکتب کے لیے بڑا حساس معاملہ ہے اس نظام کو بدلنے کی اشد ضرورت ہے۔ درسگاہ کو مار پیٹ سے پاک وصاف کر کے ہنستے مسکراتے پڑھنے پڑھانے کا ماحول پیدا کیا جائے۔ایک انگریز پروفیسر نے مکتب و مدرسہ کی کچھ اس طرح نقشہ پیش کیا ہے،وہ کہتا ہے''مکتب کا مطلب مکمل خاموشی یا مسلسل چیخ وپکار کی صدائیں''۔یہی وجہ ہے کہ

بچے مکتب میں جانے سے ڈرتے ہیں ماہر نفسیات کا ماننا ہے کہ سختی کرنے سے بچے کے اندر اصلاح کے بجائے بگاڑ ہو جاتا ہے، بار بار مارنے اور پیٹنے سے بچہ ڈِھٹ ہو جاتے ہیں ان پر سختی اور نصیحت کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔

☆ بچے کو رٹنے کی عادت نہ ڈالی جائے یا ہر سبق رٹا کر پڑھانے کا نظام نہ بنایا جائے بلکہ سبق کو سمجھا کر ذہن میں اتارنے کی کوشش کی جائے، جو یاد کرنے کے لیئے ہو اسے یاد کرایا جائے اور جو سمجھنے سمجھانے کے قابل ہو اس کو سمجھا کر پڑھایا جائے۔ امریکہ کا ایک مشہور ماہر نفسیات کا کہنا ہے کہ،" ناکارہ تربیت خطرناک ہوتا ہے۔ مدارس میں سبق رٹانے کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا اور پڑھانے والے بک بک کے سوا کچھ نہیں جانتے "۔(الابراشی ۲۰۰۴ص:۴۱) لہذا اگر نرمی اور محبت کا برتاؤ رکھا گیا اور قصے کہانی کے ذریعے کام کی بات بتا دی گئی تو بچہ کبھی نہیں بگڑے گا اور مارنے کی نوبت نہیں آئے گی۔ بچہ ہمیشہ دوسروں کی نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے لہٰذا اب یہ معلم کا کام ہے کہ وہ تقلید کیسی ہو، طوطے اور بندر کی سی یا فکر و دانش کے اثرات کے ماتحت؟

☆ مکتب صرف پڑھائی کا گھر نہیں بلکہ وہ شفا خانہ بھی ہوتا ہے لہٰذا تعلیم کے ساتھ جسمانی صحت کا خیال رکھتے ہوئے مکتب یا درس گاہ کا اس طرح ہونا چاہیے کہ صاف ہوا، سورج کی روشنی، اور اچھی عادت، معتدل ورزش مختصر اور ذہن میں اتر جانے والے اسباق ہوں اس طرح سے جسم بھی سنبھل جائے گا اور عقل بھی۔

☆ گاہے بگاہے مکتب میں طبی کیمپ کا اہتمام کرائی جائے اور بچوں کی صحت کی جانچ کرائی جائے اور مفت دوا کی فراہمی کرائی جائے اس طرح بچوں کی صحت بھی ٹھیک رہے گی اور خدمت خلق کا ایک ذریعہ بھی بنے گا۔

☆ ہفتہ میں کسی دن عملی تربیت کرائی جائے جس میں وضو بنا کر دکھانا، نماز پڑھنے کا عملی ڈھنگ سکھانا، آذان پڑھنے کا طریقہ بتانا اور ساتھ ساتھ اس کا مشق کرانا اسی طرح کپڑا پاک کرنے کا عملی طریقہ، دکھا کر سکھایا جائے اس لیے کہ یہ سب چیزیں بچوں کو کتابوں سے زیادہ عملی طور پر سمجھ آئے گا۔

☆ مکتب میں پڑھانے والے استاد کو مقرر کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ اس کو بچوں کے بارے میں یا ان کی پڑھائی کے بارے میں کتنی معلومات ہے، کیا اس کو پڑھانے کا شوق بھی ہے یا صرف روزگار کے لیے تدریسی کام انجام دینا چاہتا ہے۔ اب اکثر معلم حضرات کے بڑے طبقہ کو تعلیم سے مطلب ہے اور نہ تدریس سے دلچسپی، صرف پیٹ کی پرورش کے لیے اس سے جڑے ہیں۔ تدریس کا کام، اور وہ بھی قوم کے معصوم بچوں کا، کتنا مشکل عمل ہے لہٰذا استاد کے اندر تعلیم و تعلم کا شوق ہونا چاہیے اور اگر نہ ہو تو شوق پیدا کرنے کی کوشش کرے۔ ابوالحسن علی بن محمد ''ادب الدنیا والدین'' میں لکھتے ہیں ''جو علم کو لے کر تنہائی اختیار کر لے، خلوت سے اس کو وحشت نہیں ہوگی، جو کتابوں کو اپنے لیے سامان تسلی بنا دے تو وہ تسلی پائے گا اور جس کو قرآن کی تلاوت سے انس ہو جائے تو بھائیوں اور دوستوں کی جدائی سے اس کو کوئی غم نہیں ہوگا۔ (ناصر.۲۰۰۵ص،۴۵) اس کے لیے میں نے تین کتابوں کا پچھلے صفحات پر ذکر کر دیا ہے۔ ان مذکورہ کتابوں کے علاوہ اور کوئی کتاب اس فن پے ہو تو اس کو بھی مطالعہ میں شامل کی جاسکتی ہے، کہ مطالعہ سے بھی تعلیم کا شوق پیدا ہوتا ہے
۔

باب چہارم خلاصۂ کلام

خلاصۂ کلام

اسلام ایک مکمل دین ہے۔ اس نے انسان کی زندگی میں کام آنے والے تمام معاملات کا احاطہ کیا ہے، چاہے عقائد ہوں، عبادات ہوں، اخلاقیات ہوں، معاشیات وسیاسیات ہوں یا تعلیمات ان سب کو دین اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے واضح کر دیا ہے۔ چاہے وہ معاملہ کبھی اور کسی زمانے میں پیش آئے دین اسلام نے ان کو ادھورا نہیں چھوڑا ہے، بس کمی ہماری ہے کہ ہم نے اس کی تعلیمات چھوڑا ہوا ہے، اور اگر کچھ کرتے بھی ہیں تو صرف رسمی انداز میں۔

قرآن کے تیس پاروں میں نماز جو سب سے اہم عبادت ہے اس کا ذکر اتنا نہیں آیا ہے جتنا کہ تعلیم اور اس کے مشتقات کے بارے میں آیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی کا خلاصہ پیش کیا جائے تو آپ کی ذات ایک معلم کی طرح نظر آتی ہے۔ آپ نے جا بجا طور پر خود کو معلم سے اپنا تعارف کرایا ہے۔ آپ ﷺ کی ذات حمیدہ جہاں ہر خصلت کے لیے نمونہ ہے وہی پر تعلیم و تربیت میں بھی آپ کا کوئی اسوہ نہیں ہو سکتا۔ (قاسمی. ۲۰۰۷. ص: ۲۱)

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ "میں معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں"۔ آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کو تعلیم سیکھنے اور سکھانے کی رغبت دلاتے تھے۔ "ایک شخص نے اپنی زندگی کے آخری وقت میں آپ سے بہتر عمل کرنے کا سوال کیا تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ اور علم سیکھنے میں لگ جاؤ"۔ آپ کی تعلیمات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بحسن وخوبی عمل کیا۔ اسلام کا دائرہ جیسے جیسے وسیع ہوتا گیا جہالت کی تاریکی بھی علم کی روشنی سے چھٹتی گئی۔ اسلام کے مجاہدوں نے تلوار سے زیادہ قلم کا استعمال کیا، جتنی خونیں دشمنوں کی نہیں بہائی اس سے کہیں زیادہ

دوات کی سیاہی کو قرطاس پر پھیرا، اور جتنے اسلحہ جمع نہیں کیے اس سے کہیں زیادہ کتابوں کو جمع کیا۔ پھر زمانہ نے وہ دن بھی دیکھے کہ اسلامی دورِ حکومت میں ایک ایک شہر میں سیکڑوں چھوٹے بڑے مکتب و مدرسہ کھولے گئے جو تعلیمی اعتبار سے مشہورِ زمانہ تھے۔ ان شہروں میں کوفہ، بصرہ، بغداد۔ اندلس میں قرطبہ، غرناطہ اور اشبیلیہ۔ افریقہ میں مصر اور تیونس وغیرہ کافی شہرت رکھتے تھے۔ اسی طرح ہندوستان میں درجنوں چھوٹے بڑے مدرسے کھولے گئے اور ان کو ترقی دی گئی ان میں سے اجمیر، دہلی، گجرات، کیرالہ، بنگال، اودھ اور پنجاب وغیرہ کے شہر قابل ذکر ہیں۔

ہندوستان کے مسلم دورِ حکومت میں مسلمانوں کی تعداد کم تھی اس کے باوجود بھی تعلیمی ادارے، مکاتب و مدارس کی تعداد بہت زیادہ تھی ساتھ ساتھ شرح خواندگی بھی زیادہ تھی، گھر کا ہر افراد پڑھا لکھا ہوتا تھا جب کہ اس وقت جدید آلات اور پرنٹ مشینوں کا دور بھی نہیں تھا۔ ایک ایک شخص کئی کئی زبانوں میں ماہر ہوا کرتا تھا۔ اس کے علاوہ علوم نقلیہ کے ساتھ علوم عقلیہ پر بھی مہارت رکھتا تھا۔ تعلیم و تعلم کتاب قلم اور کتب خانہ اور چھوٹی بڑی لائبریریوں پر لاکھوں ہزاروں روپئے خرچ کیے جاتے تھے۔ مدرسین و معلمین کو بڑی بڑی رقمیں اور بڑی بڑی جائیداد وقف کے طور پر دی جاتی تھیں۔

سلطنت مغلیہ کا زوال ہوتے ہی قوم مسلم سیاسی، معاشی اور تعلیمی زوال کا شکار ہو گئی رہی سہی کسر انگریزوں نے نکال دی۔ برطانوی دور میں مکاتب و مدارس کی حالت وہی ہوئی جو آم چوسنے کے بعد گٹھلی کا ہوتا ہے جس میں گودا تو نہیں ہوتا مگر مکھیاں لگتی ہیں۔ انگریزوں نے مسلمانوں کے ساتھ اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ ان کے دور میں کچھ مخیرّ حضرات نے ان مکاتب و مدارس کی طرف توجہ دی اور وہ کامیاب بھی ہوئے۔ یہ ان ہی کی محنتوں اور

کوششوں کا نتیجہ ہے جو آج دیکھ رہے ہیں۔

اگر آج مردم شماری کے ذریعہ مسلمانوں کی تعلیمی حیثیت کا جائزہ لیا جائے تو یہ قوم پچھڑے قوم سے بھی زیادہ پچھڑا نظر آئے گی۔(مشاہد،۲۰۱۴ص،۲) آج ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد کروڑوں میں ہوتے ہوئے بھی مدارس کی تعداد اتنی نہیں ہے جتنی کی امید کی جاسکتی ہے۔وہ مدارس جو اعلیٰ تعلیم فراہم کرنے کی وجہ سے شہرت رکھتے ہیں ان کو انگلیوں پر شمار کیا جاسکتا ہے۔رہی بات مکاتب کا،تو ان کی حالت تو اتنی خراب ہے کہ یہ خود کو محسوس نہیں کر پاتے ہیں دوسروں کو کیا احساس دلا پائیں گے۔اکثر مکاتب غیر منظّم طریقے سے چل رہے ہیں،اوران سے جیسے تیسے کام لیا جارہا ہے۔مکتب کی تعلیم سے نہ استاد کو دلچسپی ہے نہ والدین کو اور رہی بات بچوں کی تو وہ تو مکتب سے دور رہنے ہی میں خود کی بھلائی محسوس کرتے ہیں۔

ایک ہی استاد کسی مکتب میں تعلیم دے گا تو رسمی طور پر پڑھادے گا مگر وہی استاد کسی کے گھر جا کر ہوم ٹیوشن پڑھاتا ہے تو وہاں الگ انداز میں پڑھاتا ہے اس کا نتیجہ صاف ہے کہ پڑھائی صرف اور صرف کمائی کا ذریعہ بن کر رہ گئی ہے۔مکتب میں صحیح سے کمیٹی کام نہیں کررہی ہے اچھے اور مخلص استادوں کی کمی ہے،گھر گھر جا کر تعلیم دینے کا رواج چل پڑا ہے ،جس کو قرآن درست پڑھنے نہیں آتا وہ گھر گھر کوچنگ سینٹر کھولے بیٹھا ہے۔عجیب کیفیت بنی ہوئی ہے جن قوم کے نونہال بچوں سے ہم نے بڑی بڑی امیدیں وابستہ کی ہے ہم ان کی تعلیم وتربیت کا صحیح انتظام نہیں کرپارہے ہیں۔مکتبوں کے جائزے کے درمیان کوئی بھی ایسا مکتب نہیں ملا جس سے دل خوش ہو،کسی مکتب میں کم خرابی تھی تو کسی میں زیادہ۔

آج اگر کسی اسکول میں چلا جائے جس میں دنیاوی تعلیم دی جاتی ہے اور خصوصاً

وہ اسکول جس میں چھوٹے بچے تعلیم حاصل کرتے ہوں (نرسری، یو کے جی، اور ایل کے جی) تو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ یہ اسکول کتنے ایڈوانس ہو چکے ہیں، ہزاروں روپئے فیس مہنگی کتابیں، داخلہ فیس، ٹیوشن فیس، عطیات اور نہ جانے کیا کیا لیتے ہیں۔ یہ اسکول جدید آلات کے ذریعے سے تعلیم فراہم کراتے ہیں بچے کتابوں کے علاوہ تجرباتی اور مشاہداتی ذرائع سے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ تعلیم، فن، اسکیل، ذہنی وجسمانی ترقی ساتھ ساتھ چلتی ہے۔ علم کا کوئی بھی شعبہ خالی نہیں چھوڑتے۔ ان اسکولوں میں موٹی فیس ہونے کو باوجود والدین داخلہ کے لیے قطار میں کھڑے رہتے ہیں۔ خرم جاہ مراد لکھتے ہیں ''تعلیم ہی وہ ذریعہ ہے جس سے مغرب اور مغربی تہذیب کا تسلط اب تک قائم ہے ان کا نکالنا اتنا آسان نہیں مگر بہت جد جہد کے بعد''۔ (جاہ مراد.۱۹۸۵ص،۱۰) اور وہیں دوسری طرف مکتب ہے، آبادی بھی کافی ہے، فیس بھی نہیں ہے یا اگر کہیں ہے تو نہ کے برابر پھر بھی پڑھنے والے بچے نظر نہیں آتے۔

مکتب اور اس کی تعلیم کو بہتر نہیں بلکہ بہترین بنانا ہوگا۔ یہ موجودہ وقت تقاضا کر رہا ہے کہ مکتب میں وہ تمام آلات اور ذرائع استعمال کیے جائے جس سے تعلیم کو ایک بہتر شکل دی جا سکے نونہال بچے خوشی خوشی آئیں اور دینی تعلیم حاصل کریں۔ جدید آلات سے مکتب کو جوڑیں، ماحول اور علاقہ کے اعتبار سے اصلاحات کریں تاکہ تعلیم بہتر ہو سکے۔ جو چیز مکتب کو درست کرنے میں مدد دے اس کو فوراً شامل کریں۔

مکتب کی اصلاح صرف استاد کی ذمہ داری نہیں ہے بلکہ کمیٹی، والدین اور قوم کا ہر خاص و عام شخص کے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق مکاتب دینیہ کے فروغ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے۔

نوٹ: کچھ باتیں ذاتی رائے اور ذاتی تجربہ کی بنیاد پر ہیں ان سے اختلاف کرنے کا حق حاصل ہے۔کوئی بھی شخص اپنے مزاج اور عقل کے خلاف باتوں پر عمل کرنے کا مکلّف نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

حوالاجات (References)

(۱)القرآن

(۲)احمد ضیغم، تفضیل .(۲۰۰۷).اولاد کو بگڑنے سے کیسے بچائیں .لاہور: مکتبہ قدوسیہ.

(۳)افروز قادری، محمد.(۲۰۱۱).وقت ہزار نعمت .مئو: ادارہ فروغ اسلام.

(۴)الیاس برنی، محمد.(۱۹۲۴).برطانوی حکومت ہند.حیدرآباد دکن : ادارۂ طبع عثمانیہ شرر علمی

(۵) تھانوی، نجم الصبح .(۲۰۰۷) تاریخ علم تجوید وقرآءت .لاہور: قرآءت اکیڈمی.

(۶) جاہ مراد، خرم.(۱۹۸۵).احیائے اسلام اور معلم.لاہور: ادارۂ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذۂ پاکستان.

(۷) جمال، محمد.(2015).اساتذہ کی ذمہ داریاں.کراچی: مکتبہ بیت العلم.

(۸)حتی، پی کے.(۲۰۲۲).تاریخ عرب.دہلی: البلاغ پبلی کیشنز.

(۹) سجاد، زین الدین.(۱۹۹۱).تاریخ ملت، جلد سوم.لاہور: ادارۂ اسلامیات.

(۱۰) صولت، ثروت.(۲۰۱۱ء).ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ، جلد اول.دہلی: مرکزی مکتبہ اسلامی پبلیشرز.

(۱۱)علی ندوی، ابوالحسنات.(۱۹۹۰).اسلام کے قلعے اور علماء ربانی کی ذمہ داریاں.لکھنو: شعبۂ تعمیر وترقی.

(۱۲)عزیز، طلعت.(۲۰۲۰).تعلیمی نفسیات.دہلی: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان.

(۱۳)علی ندوی، سید ریاست.(۲۰۱۱).اعظم گڑھ: دارالمصنفین شبلی اکیڈمی.

(۱۴)عطیہ الابراشی، محمد.(۲۰۰۴).فلسفۂ تعلیم و تربیت.دہلی: خواجہ پریس.

(۱۵) فہیم اختر، محمد. (۲۰۱۵). اسلامیات. حیدرآباد: مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسیٹی.

(۱۶) مظہر صدیقی، محمد یٰسین. (۲۰۲۰). تاریخ تہذیب اسلامی. دہلی: بھارت آفسیٹ.

(۱۷) مشاہد رضوی، محمد حسین. (۲۰۱۴) علم کی فضیلت پر چالیس حدیثیں. مالیگاؤں: ادارۂ دوستی

(۱۸) مظہری، وارث. (۲۰۱۴). ہندوستانی مدارس کا تعلیمی نظام اور اس میں اصلاح کی ضرورت: ایک جائزہ. دہلی: گلوبل میڈیا پبلی کیشنز

(۱۹) نواز، رب. (۲۰۰۱). آنحضور کی تعلیمی جد جہد. لاہور: ادارہ تعلیمی تحقیق.

(۲۰) ناصر درویش، محمد. (۲۰۰۵) طلبا کے لیے تربیتی واقعات. کراچی: مکتبہ بیت العلم.

(۲۱) ندوی، ابوالحسنات. (۱۹۷۹). ہندوستان کی قدیم درس گاہیں. لاہور: مکتبہ خاور.

(۲۲) جمع وترتیب علماء کرام مکتب تعلیم القران الکریم پاکستان، مکتب کا نظام ونصاب اور عملی تربیت (مختصر)، فیس بک پوسٹ

☆☆☆☆☆